کلام

امیر صابری

کیا کہوں کیا دیکھا اُن کا روئے تاباں دیکھ کر
بن گئے تصویر ہم تصویرِ جاناں دیکھ کر (ص 87)

حقیقتِ حال

شعر گوئی کا سلیقہ نہ سخنداں ہوں میں
ہوں اگر کچھ تو محمدؐ کا ثنا خواں ہوں میں
پھر اسی نام محمدؐ کے تصدق سے امیر
اپنے مخدوم کی ہر شان پہ قرباں ہوں میں

امیر صابری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سلامِ حضوری

آقا سلام لیجے۔ مولا سلام لیجے — للہ سلام لیجے واللہ سلام لیجے

اے تاجدارِ بطحا اے تاجدارِ طیبہ — اے رازدارِ مولا شاہا سلام لیجے

اے زینتِ مدینہ اے برکتِ مدینہ — اے رحمتِ مدینہ صدہا سلام لیجے

کون و مکاں والے دونوں جہان والے — یکتائی شان والے یکتا سلام لیجے

روضے کا تیرے جلوہ ہے طور کا تجلا — اُس گنبدِ خضرا کا صدقہ سلام لیجے

اے کعبۂ دو عالم اے قبلۂ دو عالم — اے مرشدِ دو عالم آقا سلام لیجے

میکش کی مستیوں میں بادہ پرستیوں میں — مستوں کی مستیوں میں ڈوبا سلام لیجے

کون آپکا ہے ثانی توحیدِ حق کے بانی — اے آمنہ کے جانی میرا سلام لیجے

موقع ہے حاضری کا دربار سروری کا
امید ہے صابری کا آقا سلام لیجے

سلامِ ذوق

تم کو آہیں سلام کہتی ہیں
اور نگاہیں سلام کہتی ہیں

تیرے جلوؤں کا یہ تصرف ہے
جلوہ گاہیں سلام کہتی ہیں

جو ترستی ہیں تیرے جلوؤں کو
وہ نگاہیں سلام کہتی ہیں

جس طرف سے گزرتے جاتے ہو
جھک کے راہیں سلام کہتی ہیں

تیرے مستوں نے وہ کئے سجدے
سجدہ گاہیں سلام کہتی ہیں

دونوں عالم کی سب تمنائیں
تم کو جاہیں سلام کہتی ہیں

ہجر میں اے امید شام و سحر
دل کی آہیں سلام کہتی ہیں

سلامِ کیف

سلام اے شاہِ خمخانہ سلام اے پیرِ میخانہ
سلام اے چشمِ پیمانہ سلام اے بزمِ رندانہ
سلام اے ساقیٔ دوراں سلام اے جانِ مے نوشاں
سلام اے جلوۂ جاناں سلام اے عکسِ جانِ جاں
سلام اے روئے تابانی سلام اے نورِ ایمانی
سلام اے بحرِ عرفانی سلام اے فیضِ روحانی
سلام اے آقا و مولا سلام اے میرے خضرِ راہ
سلام اے ماویٰ و ملجا سلام اے حسنِ مہر و ماہ
سلام اے رونقِ محفل سلام اے لطفِ دردِ دل
سلام اے رہبرِ منزل سلام اے مرشدِ کامل
سلام اے میرے سوز و ساز سلام اے میرے چارہ ساز
سلام اے دردِ دل کے راز سلام اے چشمِ مستِ ناز
سلام اے صابری دولہا سلام اے کلیری دولہا
امیرِ صابری کا لو سلام اے آقا و مولا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نعت شریف

سرورِ کائنات فخرِ موجودات رحمۃ اللعالمین خاتم النبیین

جناب حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مولا کے دلبر نبیوں کے سرور صلی اللہ علیہ وسلم
ذاتِ خدا کا آپ ہیں مظہر صلی اللہ علیہ وسلم
رحمت عالم برکتِ عالم زینتِ عالم دولتِ عالم
نورِ مجسم اللہ اکبر صلی اللہ علیہ وسلم
کیوں نہ ہو قرباں ذات ہماری بگڑی بنادی بات ہماری
شافعِ محشر کل کے ہیں رہبر صلی اللہ علیہ وسلم
پی پی کے مخمور ہوئے ہیں کیف سے ہم معمور ہوئے ہیں
اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَر صلی اللہ علیہ وسلم

یاسین والے طٰہٰ والے طیبہ والے بطحا والے
قدسی پڑھیں یہ آپ کے در پر صلی اللہ علیہ وسلم
دل میں اگرچہ یاس بسی ہے بطحا نگر کی آس لگی ہے
گنبدِ خضرا دیکھوں چل کر صلی اللہ علیہ وسلم
آقا امیر صابری منگتا آپ کا بندہ آپ کا بردا
نور سے کر دو اس کو منور صلی اللہ علیہ وسلم

یا سیدِ سرورِ دو عالم درود تم پر سلام تم پر
اے مظہرِ ذاتِ نورِ اکرم درود تم پر سلام تم پر
تمہارے حسنِ جہاں تمہیں ہو مکینِ کون و مکاں تمہیں ہو
سکونِ دل جانِ بزمِ عالم درود تم پر سلام تم پر ۹
شفیعِ محشر لقب تمہارا ہو رب کے تم اور ہے رب تمہارا
سہارے ہیں ہم عاصیوں کے سب تم درود تم پر سلام تم پر
یہ جان تن سے نکل رہی تھی تمہاری خاطر مچل رہی تھی
تم آئے تو دم میں آگیا دم درود تم پر سلام تم پر
یہ رازدارِ نسیم دیکھو عروج دُرِ یتیم دیکھو
ہے اسم احمد ہی اسم اعظم درود تم پر سلام تم پر
امیر صابر پیا کا صدقہ جو دیکھوں بطحا نگر کا جلوہ
ذلیقہ ہوگا یہ میرا ہر دم درود تم پر سلام تم پر

بیاں کیا شانِ موشانِ محمدؐ | کلام اللہ عنوانِ محمدؐ
جدھر دیکھا اُدھر جلوہ گری ہے | وہ چمکا روئے تابانِ محمدؐ
خدا کی ہو گئی پہچان اس کو | ہوئی ہے جس کو پہچانِ محمدؐ
خدا کی رحمتوں اور برکتوں میں | لٹا جاتا ہے فیضانِ محمدؐ
جو سمجھا مجھے تو دیوانوں نے سمجھا | کوئی کیا جانے عرفانِ محمدؐ
نکل کر جان لب پر آ ہی پہنچی | نہ نکلے ہائے ارمانِ محمدؐ
مقدر اوج پر ہے آج انکا | بنے ہیں جو کہ دربانِ محمدؐ
تمنا ہے سرِ محشر جب آؤں | مرے سر پر ہو دامانِ محمدؐ

امیرؔ نعت ایسی کیا لکھ سکے ہے
خدا خود ہے ثنا خوانِ محمدؐ

۹

سرِ محشر وہ جس دم سید ذی شان نکلیں گے
ہمارے بھی اسی دن حسرت و ارمان نکلیں گے
نہ کوئی دیکھنے کو آئے گا عاصی نظر اُس دم
محمدؐ جب شفاعت کو سرِ میدان نکلیں گے
زلیخا دیکھتا جاوے محمدؐ کے تو محشر میں
ہزاروں صدقے ہونے کو مہ کنعان نکلیں گے
بنیں گے صورتِ دیوار اُس دم اہل محشر سب
اُٹھا جب نور کی چلمن مہ تابان نکلیں گے

عجیب ہی رنگ لائے گا ہمارا حشر میں آنا
کسی کا جس گھڑی ہم تھام کر داماں نکلیں گے
نہیں کچھ فکر ہم کو عرصۂ محشر کے جمگھٹ کا
یہ دیوانے تمہارے بس تمہیں پہچان نکلیں گے
عرب کے چاند کی ہوگی ثنا خوانی جو پیشِ حق
امیر صابری لے ہاتھ میں دیوان نکلیں گے

کہوں کس شان سے وہ تاجدارِ مرسلاں آیا
نظر والے پکار اُٹھے مکینِ لامکاں آیا

جسے ہو ذوقِ نظارا کرے تابِ نظر پیدا
کہ بے پردہ شہنشاہِ حسیناں جہاں آیا

لپٹ کر اُنکے دامن سے لگی دل کی بجھا لونگا
اگر کوئی مدینے کی طرف سے کارواں آیا

اے ذوقِ بندگی اب میری تو ہی آبرو رکھنا
جبینِ شوق کے سجدوں کا وقت امتحاں آیا

یہ وہ بحرِ تصور ہے پتہ چلتا نہیں کچھ بھی
کہاں تھا میں خیالِ یار میں ڈوبا کہاں آیا

طبیبو میری بالیں سے چلے جاؤ چلے جاؤ
میں جسکا راز ہوں دیکھو وہ میرا رازداں آیا

وہ آئے تو جہانِ قالبِ بیجان میں ہے جان آئی
مسیحائے زماں آیا وہ جانِ دو جہاں آیا

گنہگارو نہ گھبراؤ نہ گھبراؤ نہ گھبراؤ
وہ نورِ لم یزل بنکر شفیعِ مجرماں آیا

امیر صابری کی سجدوں کی مستی رقص کرتی ہے
نظر کے سامنے جس دم کسی کا آستاں آیا

گدائے شاہِ عرب ہوں فقیرِ راہ نہیں
فقیر وہ ہوں کہ نظروں میں بادشاہ نہیں

نبی کے حسن کی جلوہ نمایاں دیکھو — کہ رعبِ حسن سے اٹھتی کوئی نگاہ نہیں
طوافِ کوئے محمد جسے نصیب ہوا — قسم خدا کی اسے خلد کی بھی چاہ نہیں
تمہاری نظرِ کرم ہو تو بات بنتی ہے — وگرنہ مجکو جہاں میں کہیں پناہ نہیں
خدا کیواسطے دامن میں اب چھپا لیجے — میرے حضور کوئی مجھ سا روسیاہ نہیں
پلائیے جتنی پلانی ہے آج اے ساقی — جو تیرے ہاتھوں سے پی لوں تو کچھ گناہ نہیں

امیر صابری یہ دل میں ٹھان لی میں نے
کہ میرا سر نہیں یا آج سجدہ گاہ نہیں

طوفاں میں اہلِ غم کا سہارا تمہیں تو ہو — ہر بحرِ آرزو کا کنارا تمہیں تو ہو
آقا تمہاری یاد سے تسکینِ قالب ہے — ٹوٹے ہوئے دلوں کا سہارا تمہیں تو ہو
تخلیقِ کائنات کے روحِ رواں ہو تم — بزمِ جہاں کو جس نے سنوارا تمہیں تو ہو
دیکھا ہے طور پر جسے چشمِ کلیم نے — اس حسنِ اولین کا نظارا تمہیں تو ہو
تیرے کرم سے حضرت عیسیٰ مسیح ہوئے — دردِ غمِ حیات کا چارا تمہیں تو ہو
جس کی ضیائے حسن سے روشن جہاں ہوا — اس ماہِ انجمن کا ستارا تمہیں تو ہو

یوں تو امیر صابری لاکھوں نبی ہوئے
محبوب کہہ کے جس کو پکارا تمہیں تو ہو

زہے نصیب مدینہ نصیب ہو جائے — یہ بے نصیب بھی صاحب نصیب ہو جائے
نگاہِ لطف تیرے انتظار میں ہوں میں — جو دور ہے وہ نظر کے قریب ہو جائے

یہ جس نے دردِ محبت عطا کیا مجھ کو — اے کاش اب میرا وہی طبیب ہو جائے
قسم خدا کی مقدر کا اس کے کیا کہنا — کہ جس کی سمت نگاہِ حبیب ہو جائے
نہ نام لوں کبھی واعظ حرم کو جانے کا — طوافِ کوئے محمدؐ نصیب ہو جائے
کرم ہو صدقۂ حسنینؑ یا امیرِ عرب — درِ حضور پہ حاضر غریب ہو جائے

امیرِ صابری صابر کا ہو کرم جس پر
پھر اُس کے عشق کی دُنیا عجیب ہو جائے۔

سرکارِ دو جہاں کے کرم کا ظہور ہے — طیبہ کی ہر گلی گلی جلوۂ طور ہے
آقا مدینے والے مدینہ حضور کا — مجھ سے ہے دور تیرے کرم سے نہ دور ہے
اُس ہاشمی جمال کی ہیں جلوہ باریاں — دیکھا جدھر جدھر کو محمدؐ کا نور ہے
مانا کہ کوہِ طور بھی ہے جلوہ گاہِ یار — اُن کی گلی کی خاک کے ذروں میں طور ہے
مستو! چلو مدینے جو پینے کا شوق ہے — گلیوں میں بہہ رہی یہ شرابِ طہور ہے
بغداد و کربلا میں نجف میں ہے جو عیاں — جلوہ تیرے جمال کا سرتاپا نور ہے!

مستی امیرِ صابری چھائی ہے اس قدر
جس جس کو دیکھتا ہوں وہ محوِ سرور ہے

دُھوم کون و مکاں میں پائی ہے — اُن کے جلوؤں کی کیا رسائی ہے
اُن کی چوکھٹ کا میں بھکاری ہوں — جن کے قبضے میں سب خدائی ہے
بحرِ طوفاں میں گھر گئی کشتی — یا محمدؐ تیری دُہائی ہے

تیرے آتے نے بزم ہستی کی ۔۔۔ بات بگڑی ہوئی بنائی ہے
تیرے مستوں میں ساقیٔ کوثر ۔۔۔ بے نیازی کی شان پائی ہے
بادشاہی سے لاکھ بہتر ہے ۔۔۔ تیرے کوچے کی جو گدائی ہے
تیرے ہاتھوں سے پی کے اٹھیں گے ۔۔۔ یہ قسم میکشوں نے کھائی ہے

جس کے پینے سے کھو گیا ہے امیرؔ
آج ساقی نے وہ پلائی ہے۔

عروجِ سرورِ بطحا تو دیکھو ۔۔۔ کہاں بندہ کہاں مولا تو دیکھو
نہ ہوتے آپ تو کچھ بھی نہ ہوتا ۔۔۔ عرب کے لال کا ہوتا تو دیکھو
دو عالم کو منور کر گیا ہے ۔۔۔ نبیؐ کے حسن کا جلوہ تو دیکھو
تقاضا دید کا کرنے سے پہلے ۔۔۔ ذرا تم حوصلہ اپنا تو دیکھو
اگر کچھ دیکھنے کی آرزو ہے ۔۔۔ کسی کا ہو کے مرجانا تو دیکھو
میں جس نقشِ قدم پر جھک رہا ہوں ۔۔۔ جھکا جاتا ہے وہاں کعبہ تو دیکھو
جبیں سجدے میں ہے گردن پہ خنجر ۔۔۔ نمازِ عشق کا سجدہ تو دیکھو
کوئی چوکھٹ تک پہ رہ گیا ہے ۔۔۔ کسی کی منزلِ اسرا تو دیکھو

امیرؔ صابری پر جو کرم ہے
بھرا کوزے میں ہے دریا تو دیکھو

ذاتِ خدا کا عکس ہے جلوہ رسولؐ کا ۔۔۔ حسنِ جہاں میں حسن ہے یکتا رسولؐ کا

فرقت کا اِک لمحہ نہ بھایا رسولؐ کا
قدرت نے پاس رکھ لیا سایہ رسولؐ کا

اِک حُسن میں دو شانیں نظر آتی ہیں مجھے
مکّہ رسولؐ کا ہے مدینہ رسولؐ کا

اہلِ نظر ہی جانتے ہیں ان کی منزلت
گھر ہے خدا کا گنبدِ خضرا رسولؐ کا

کہتا ہے جس نے دیکھا ہے دربارِ مصطفیٰ
تختِ خدا زمین پہ ہے روضہ رسولؐ کا

یہ فیصلہ کیا ہُوا ان کی نگاہ کا ہے
دیکھے خدا کو دیکھنے والا رسولؐ کا

میں نے امیرِ صابری دیکھا جدھر جدھر
جلوہ نما ہے ہر جگہ جلوہ رسولؐ کا

شانِ مبارک شہنشاہِ ولایت جناب حضرت علی رضؓ شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ

ہیں منبعِ ولایت شیرِ خدا علیؓ
ولیوں کے اولیاؤں کے ہیں پیشوا علیؓ

خوشبوئے بوتراب سے کعبہ مہک گیا
گھر میں خدا کے جب ہوئے جلوہ نما علیؓ

کُحل البصر بنائے نہ کیوں چشمِ عاشقاں
مل جائے آپ کی جو کہیں خاکِ پا علیؓ

طوفاں میں ہے یہ کشتیٔ عمرِ رواں میری
مشکل کشائی کیجئے مشکل کشا علیؓ

خیبر شکن بھی ہیں علیؓ اور بت شکن بھی ہیں
تلوار ہے خدا کی یہ دستِ خدا علیؓ

ایسے تھے جاں نثار رسالت مآب کے
بے مثل بے مثال ہے ذاتِ دنا علیؓ

آقا امیرِ صابری کو ہر مقام پہ
کافی ہے یاد آپ کی یا مرتضیٰ علیؓ

بیاں کیا شان ہو شیرِ خدا کی … یہ بزمِ پاک ہے مشکل کشا کی
نبیؐ کا جسمِ اطہر جسمِ حیدرؓ … یہ نسبت ہے علیؓ سے مصطفیٰؐ کی
شجاعت اور سخاوت اور ولایت … یہ دولت ہے علیؓ مرتضیٰ کی
علی ہیں شاہِ مرداں شیرِ یزداں … ہیں قوتِ بازوئے دستِ خدا کی
گداؤں کو شہنشاہ کر رہے ہیں … روانی دیکھیے بحرِ سخا کی
خدا کے گھر کو زینت بخشدی ہے … ولادت نے علیؓ شیرِ خدا کی
رسائی ہے مکاں سے لامکاں تک … علیؓ کے در کے ادنیٰ سے گدا کی
علیؓ کے لال کے فیضِ قدم سے … زمیں ہے عرشِ اعظم کربلا کی

طفیلِ پنج تن مقبول ہو گی
امیرِ صابری جو جو دعا کی

شانِ پنجتن

دونوں عالم میں کھلی کیسی بہارِ پنجتن … تا ابد قائم رہے گی یادگارِ پنجتن
ہے کلام اللہ کی تفسیر ان کی شانِ پاک … ناطقِ قرآں ہیں نقش و نگارِ پنجتن
اُن کے حسنِ پاک کی پھیلی ضیا ہے چار سو … ہو رہے ہیں عرش پر قدسی نثارِ پنجتن
جان دیدی پر نہ جانے دین کی توقیر دی … کربلا میں رنگ لایا کیا وقارِ پنجتن
یا محمدؐ یا علیؓ یا فاطمہ حسنینؓ پاک … مالکِ کونین ہیں یہ تاجدارِ پنجتن
عندلیبوں نے یوں کی نغمہ سرائی چار سو … باغِ ہستی میں ہے سب چھائی بہارِ پنجتن

دو امیر صابری کو اپنے قدموں میں جگہ
یہ بھی ہے ادنےٰ سا مولا خاکسار پنجتن

شانِ مبارک جناب حضرت امام حسینؓ علیہ السلام

السلام اے شہسوارِ کربلا — السلام اے دینِ حق کے رہنما
السلام اے راکبِ دوشِ رسولؐ — السلام اے رونقِ باغِ بتولؓ
السلام اے نورِ چشمِ فاطمہؓ — السلام اے شمعِ بزمِ الٰہ
السلام اے گوہرِ بحرِ سخا — السلام اے دلبرِ شیرِ خدا
السلام اے کشتۂ جور و جفا — السلام اے مالکِ صبر و رضا
السلام اے پیشوائے دو جہاں — السلام اے عشق کی روحِ رواں
السلام اے دکھ زدوں کے چارہ ساز — السلام اے دل جلوں کے دلنواز
السلام اے عاشقِ شانِ نبیؐ — السلام اے جانِ جانانِ نبیؐ

ہے امیرِ صابری در کا گدا
ہو نگاہِ لطفِ شاہِ کربلا

علیؓ کے لال شہادت کی آبرو رکھ لی — گلا کٹا کے خلافت کی آبرو رکھ لی
کٹا کے سجدے میں سر کو لٹا کے گھر اپنا — قسم خدا کی نبوّت کی آبرو رکھ لی
علیؓ کے لال نے باطل کے ٹکڑے کر ڈالے — نبیؐ کی شانِ رسالتؐ کی آبرو رکھ لی

دیا ہے سر نہ دیا ہاتھ ہاتھ میں اُن کے — ہو جان دیدی شریعت کی آبرو رکھ لی

امیرِ صابری اُس صابری گھرانے نے
کٹا کے گردنیں اُمت کی آبرو رکھ لی

مدح جناب حضرت میراں محی الدینؒ غوث الاعظمؒ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ
رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ بغداد شریف

السلام اے والیٔ بغداد تم پر السلام — السلام اے یادگارِ پنجتن عالی مقام
السلام اے غوث الاعظم دستگیرِ دو جہاں — السلام اے یادِ حبیبِ چارۂ بیچارگاں
السلام اے کنتُ کنزاً کے معانی السلام — السلام اے بادشاہِ شہرِ ثانی السلام
السلام اے سیرتِ حسنِ نبیؐ شکلِ علیؓ — آپ کی نظرِ کرم سے لاکھوں بنتے ہیں ولی
یا شہِ جیلاں کہاں جاؤں تیرا در چھوڑ کر — میں سگِ دربار ہوں لطف و کرم کی ہو نظر
کیا لگا ہے حشر کی تیری دلِ دلگیر کا — ہے مریدی لاتخف فرمان میرے پیر کا

کس لئے گھبرا رہا ہے بارِ عصیاں سے امیر
حشر میں تیری مدد فرمائیں گے پیرانِ پیر

شمعِ بزمِ پنجتن غوث الوریٰ تمہیں تو ہو — مشکل کشائی کیجئے مشکل کشا تمہیں تو ہو
نورِ نظر بتولؓ کے ہو لختِ جگر علیؓ کے ہو — یادِ شہیدِ کربلا آلِ عبا تمہیں تو ہو
سیرتِ مصطفیٰؐ ہو تم صورتِ مرتضیٰؓ ہو تم — تم کو کہوں بجا ہو تم ایسے پیا تمہیں تو ہو

المدد یا غوث پاک مشکل کشا ہے تیری ذات — بھٹکے ہوؤں کے رہنما حاجت روا تمہیں تو ہو
چور راہ کو قطب کر دیا ڈوبے ہوئے ترا دیئے — مردے جلا دیئے حضور نظر عطا تمہیں تو ہو
در پہ بھکاری آئے ہیں دست طلب پھیلائے ہیں — منگتوں کو بادشاہ کردو کان بحر سخا تمہیں تو ہو

آقا علاج درد دل چاہے ہے امیر حمایری
ہوں وہ مریض لادوا جس کی دوا تمہیں تو ہو

وہ ذات پاک ہے فیض رساں بغداد والے کی — یہ دل بغداد والے کا یہ جاں بغداد والے کی
بلا لے آج اے پیر مغاں بغداد والے — یہ میری بیکسی ہے داستاں بغداد والے کی
بیاں کیا کر سکوں میں رفعتیں بغداد والے — حکومت ہے مکاں سے لامکاں بغداد والے کی
تیرا ابن علی رضی کا لال ہے بغداد کا دولہا — یہ نسبت دیکھیے پہنچی کہاں بغداد والے کی
وہاں عقل و خرد کا پہنچنا ہی غیر ممکن ہے — رسائی ہے قسم حق کی جہاں بغداد والے کی
کہیں مردے جلائے کہیں ڈوبے ترائے ہیں — یہ ہر ذرہ کرامت عیاں بغداد والے کی

امیر حمایری ہم کو سفر رشش کی ضرورت ہے
یہاں بغداد والے کی وہاں بغداد والے کی

۳

بغداد سے پیغام صبا لائی تو ہوگی — مستو پیو پینے کی بہار آئی ہوئی ہے
ہم بن پیے جائیں گے نہ ساقی تیرے در سے — بس آج یہ رندوں نے قسم کھائی ہوئی ہے
رحمت نظر آتی ہیں رحمت کی گھٹائیں — میخانۂ قادر کی فضا چھائی ہوئی ہے
تم پنجتن پاک کی محفل کی شمع ہو — ولیوں نے ضیا آپ سے سب پائی ہوئی ہے

محشر میں ہونگے ساتھ میرے ماننے والے — یہ بات میرے پیر نے فرمائی ہوئی ہے
جبکہ مریدی کا تحفہ ارشاد فرمایا — اللہ سے یہ بات سب منوائی ہوئی ہے
ہے سب امیر صابری صابر کی عنایت
یہ آگ محبت کی جو بھڑکائی ہوئی ہے

مچی ہے دھوم کہ پیرانِ پیر آتے ہیں — زہے نصیب میرے دستگیر آتے ہیں
بچھاؤں راہ میں انکی میں فرش آنکھوں کا — میں صدقے جاؤں دو عالم کے پیر آتے ہیں
چلو اے عاشقو بھر لیجیے دامنِ اُمید — علیؓ کے لاڈلے روشن ضمیر آتے ہیں
وہ بادشاہ و شہنشاہ بن کے جاتے ہیں — جو اُنکے کوچے میں بن کر فقیر آتے ہیں
یہ اُن کا لطف و کرم ہے کہ ہر جگہ دیکھیں — وہ بن کے رحمتِ ربِ قدیر آتے ہیں
سنبھل کے بیٹھنا غوث الورا کے دیوانو — نگاہِ ناز کے تیروں پہ تیر آتے ہیں
امیر صابری محشر میں ساتھ ہے جن کا
وہ میرے پیر ہیں پیروں کے پیر آتے ہیں

---

۱۵ درِ محبوبِ سبحانی تو دیکھو — کہ لاثانی کا لاثانی تو دیکھو
جنابِ فاطمہؓ کے دل کا ٹکڑا — علیؓ کے لال کا جانی تو دیکھو
کہاں ہیں وہ کہاں جلوہ گری ہے — یہ اُن کا فیضِ روحانی تو دیکھو
یہ کن کے در کے سجدوں کے نشاں ہیں — فرشتو میری پیشانی تو دیکھو
کئے ٹھوکر سے لاکھوں مردے زندہ — نگاہِ لطفِ جیلانی تو دیکھو

حکومت ہے مکاں سے لامکاں تک — یہ ان کی شانِ سلطانی تو دیکھو
میں ان کے جلوؤں میں گم ہو گیا ہوں — یہ جلوؤں کی فراوانی تو دیکھو
دو عالم کو منور کر رہا ہے — یہ حسنِ ماہ تابانی تو دیکھو
نہ لاؤ تم نظر میں تاجِ شاہی — جو اُن کے در کی دربانی تو دیکھو
حبیبِ سیدِ عالم یہی ہیں — یہی ہیں قطبِ ربانی تو دیکھو

امیرِ صابری دیکھو جدھر بھی
ہے بہتا بحرِ عرفانی تو دیکھو

شانِ مبارک حضرت خواجہ خواجگان والئی ہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری سنجری

۹

سلام اے نائبِ شاہِ رسولاں — سلام اے آفتابِ دین و ایماں
سلام اے منبعِ سترِ نبوت — سلام اے شمعِ بزمِ رسالت
سلام اے جانِ جانِ شبیرؓ و شبرؓ — سلام اے جلوۂ حسنِ پیمبر
سلام اے خواجہ عثماں کے دلارے — سلام اے بے سہاروں کے سہارے
سلام اے ہند کے سلطان خواجہ — سلام اے پنجتن کی شان خواجہ
سلام اے کائناتِ کل کے بانی — سلام اے ابنِ حیدر کی نشانی
سلام اے خواجہ اجمیر تم پہ — سلام اے شیرِ حق کے شیر تم پہ
سلام اے خواجہ اجمیر سنجر — سلام اے عشق کی منزل کے رہبر

پھرے کیوں میرے خواجہ مارا مارا
امیرِ صابری ہو کر تمہارا

خواجۂ خواجگاں ہو تم ہند کے بادشاہ ہو تم
نائبِ مصطفیٰ ہو تم ہاشمی جلوہ گاہ ہو تم

خواجہ معین الدین ولی باغِ بتول کی کلی
یادِ شہیدِ کربلا حیدری بارگاہ ہو تم

ٹوٹے دلوں کا آسرا بھٹکے ہوؤں کے رہنما
جود و سخا کی کان ہو بحرِ کرم کی راہ ہو تم

تیرے کرم سے ہو گئی ظلمت کدوں میں روشنی
توحید کی ضیا ہو تم فاطمہ مہر و ماہ ہو تم

تاکا ہے جسے ہو اک نظر اپنا بنا لیا اسے
معجز نما ہو ذاتِ پاک کیف بھری نگاہ ہو تم

چاہے امیرِ صابری ہو اک نگاہ مہر کی
کعبہ ہو جیسے شاہوں کا میری تو سجدہ گاہ ہو تم

کہوں کیا ہو رہا اجمیر میں ہے
درِ رحمت کھلا اجمیر میں ہے

طفیلِ خواجہ عثمان ہارونی
وہ نائبِ مصطفیٰ اجمیر میں ہے

شہیدِ کربلائی سے نشانی
علیؑ کا لاڈلا اجمیر میں ہے

جو ہیں اہلِ نظر وہ دیکھتے ہیں
خدا جلوہ نما اجمیر میں ہے

ہزاروں اولیاء غوث و قطب کا
عجب میلہ لگا اجمیر میں ہے

تجھے ہو زاہدا کعبہ مبارک
مجھے سجدہ ادا اجمیر میں ہے

اے بیمارِ محبت چل نہ گھبرا
درِ دار الشفا اجمیر میں ہے

میری کشتی کو طوفاں کا ہے غم کیا
کہ جس کا ناخدا اجمیر میں ہے

امیرِ صابری حل ہو گی مشکل
میرا مشکل کشا اجمیر میں ہے

چلو اجمیر میں منگتوں کی سُنی جاتی ہے
بات بگڑی ہوئی دنیا کی بنی جاتی ہے

حضرتِ خواجۂ عثمانؒ کا تصرف دیکھو
ہر نگاہ خواجہ کی راہوں میں بچھی جاتی ہے

جوق در جوق چلے آتے ہیں قدسی در پر
دھوم کونین کی گلیوں میں مچی جاتی ہے

کھول میخانہ دے اے چشت نگر کے دُولہا
بھیڑ مستوں کی تیرے در پہ لگی جاتی ہے

بھر دو بھر دو میرے خواجہ میری جھولی بھر دو
مانگنے والوں میں بدنامی ہوئی جاتی ہے

اے غریبوں کے مددگار غریبوں کی سُنو
ورنہ فریاد مدینے کو چلی جاتی ہے

یہ تیری خاص نگاہوں کا کرم ہے خواجہ
میکشوں میں مئے کوثر جو لٹی جاتی ہے

میرے خواجہ کا وہ جلوہ ہے کہ اللہ اللہ
ہوش والوں کی یہاں ہوش اڑی جاتی ہے

بٹ رہا ہے یہ علیؓ شیرِ خدا کا صدقہ
یہ سخاوت کی جو تصویر کھنچی جاتی ہے

ہائے اب تک نہ مجھے در پہ بلایا خواجہ
حسرت میری تہِ دل میں رہی جاتی ہے

ہے امیر اپنا درِ خواجہ پہ مرنا جینا
یہ لگن ایسی لگی ہے کہ لگی جاتی ہے

طلب کا دامن پسارے بیٹھے ہیں منگتے در پر ہزار خواجہ
تمہارے چوکھٹ کے جو بھکاری بنے ہیں سب تاجدار خواجہ
ہے جاری جود و سخا کا منبع یہ خواجہ عثمان کا ہے صدقہ

تیرے سوالی نہ جائیں خالی بس آج سُن لو پکار خواجہ
ہے میرے اجمیر کے بسیا پھنسی ہے آکر بھنور میں نیا
طفیلِ پنجتن لگا دو ٹھوکر کرم سے کر دیجئے پار خواجہ
ہے تمہارے قدموں میں لگی جو بھی آئیں قسم خدا کی جو چاہیں پائیں
لگی تمہاری تمہیں سنائیں تمہیں تو ہو راز دار خواجہ
ہے پیالے مست والست کر دو خودی کو میری الٹ پلٹ کر دو
اور اپنی مستی میں مست کر دو چڑھا دو ایسا خمار خواجہ
تمہاری چوکھٹ کو چومتے ہیں اور گرد روضے کے گھومتے ہیں
ہے یہ مئے حق پیئے آج جھومتے ہیں تمہارے سب بادہ خوار خواجہ
جو چاہو دنیا بدل دو میری جو چاہو ہستی پلٹ دو میری
ہو تم امیرِ حزیں کے والی تمہیں ہے سب اختیار خواجہ

یا مورے خواجہ آ مورے خواجہ خواجگان کے مہاراج

اب تو کرم کی کیجیو نجریا ڈوبت ہے مجدھار لوریا
عثمانؓ کا صدقہ پار لگا دو مرشد ولی محبوب راج

یا مورے خواجہ آ مورے خواجہ

چشت نگر میں دھوم مچی ہے خواجہ پیا کی شادی رچی ہے
گھر گھر میں اجمیری ڈولی راجن کے محبوب راج

یا مورے خواجہ آ مورے خواجہ

خواجہ تمہارے در کی بھکارن — آن پڑی ہے آپکے چرن
پیاں پرت ہوں بنتی کرت ہوں — ولین کے سرتاج
یا مورے خواجہ آ مورے خواجہ

پنجتن کے وہ نور ہو خواجہ — نور سے تم معمور ہو خواجہ
نائب شاہِ بطحا نگر ہو — گھر گھر میں تورا راج
یا مورے خواجہ آ مورے خواجہ

ڈو ڈو ڈ ... ڈو ڈو ڈ نگری نگری — سدھ بدھ لیری ہمری ساگری
زہرا کے دلبر حیدر کے جانی — بگڑے سنوارو کاج
یا مورے خواجہ آ مورے خواجہ

اچھے بُرے ہیں تمہرے کہلائیں — ہو کے تمہارے کس در جائیں
دونوں جگت میں تمہرا سہارا — تم کو ہے ہمری لاج ۸
یا مورے خواجہ آ مورے خواجہ

خواجہ امیر زار پکارے — کب سے پڑا ہے آپکے دوارے
تم نہ سنو تو کون سنے گا — غرج گریب نواج
یا مورے خواجہ آ مورے خواجہ

خواجہ گریب نواج غرج موری سن لو

صدقہ خواجہ عثمان ہارُن — نجر کرم ہو در پہ پڑا ہوں
ولین کے سرتاج غرج موری سن لو

تورے کرم کی آس لگی ہے　　غم کے بھنور میں نیا پھنسی ہے
پار لگا دو آج عرج موری سن لو
خواجہ میں تورے نام پہ واری　　جائے کہاں تورے در کا بھکاری
دو جگ کے مہاراج عرج موری سن لو
شاہ و گدا سب در پہ پڑے ہیں　　خواجہ پہ کچھ لینے کو اڑے ہیں
خالی نہ جائیں آج عرج موری سن لو
خواجہ میں دم دم یہ ہی پکاروں　　آپ کو خواجہ آپ سے مانگوں
ہند ولی مہاراج عرج موری سن لو
تم بن خواجہ کون ہمارا　　دونوں جگ میں تورا سہارا
بگڑے سنوارو کاج عرج موری سن لو
خواجہ امیر نادار ہے منگتا　　یا مورے خواجہ آپ کے در کا
آپ کو میری لاج عرج موری سن لو

چلی چلی میری جانِ حزیں چلی خواجہ　　تمہارے ٹکڑوں پہ جو آج تک پلی خواجہ
ملا یہاں سے سکینِ نصیب جو عالم کو　　ہو سیرتِ نبیؐ اور صورتِ علیؓ خواجہ
طفیلِ خواجۂ عثماںؒ لگی ہے ایسی　　یہ رہبری میری کرتی ہے سب گلی خواجہ
سنائے دیتی ہے بلبل نگر کی گلیوں کے　　کہ رشکِ جنت ہے اجمیر کی گلی خواجہ
تمہارا نام مبارک زباں پہ جب آیا　　کھلی کھلی میرے دل کی کلی کلی خواجہ
تمہارے جلوؤں سے اجمیر کے منور ہیں　　ہر اک کوچہ اور ہر اک گلی گلی خواجہ

بس ایک سجدے میں جو دیکھنا تھا دیکھ لیا — تمہاری چوکھٹ پہ جب دم جبین ملی خواجہ
امیر صابری اہل نظر نے دیکھے ہیں!
تمہاری نظروں سے ڈھلتے ہوئے ولی خواجہ

نشانِ مبارک جناب حضرت بابا فریدالدینؒ گنج شکر سراج الاولیاءؒ زہدالانبیاء قدس سرہٗ العزیز (پاک پٹن شریف)

السلام اے خواجۂ گنج شکر — السلام اے مظہر خیر البشر
خواجہ قطب الدین کے پیارے سلام — جلوۂ حق کے نظارے السلام
پنجتن پاک کی محفل کے نور — زہرا کی آنکھوں کے تارے السلام
اے میرے سلطانوں کے سلطان فرید — ہاتھوں سے حق کے سنوارے السلام
آپ کی شان مبارک دیکھ کر — عرش سے قدسی پکارے السلام
رازدار کنت کنزاً مخفیاً — ابن حبیب اللہ کے دلارے السلام
آپ ہر مشکل میں ہر تکلیف میں — بیکسوں کے ہو سہارے السلام
آپ ہیں سرتاج زہدالانبیاء — دونوں عالم سے نیارے السلام
جائیں تو جائیں کہاں بتلایئے — آپ کی نظروں کے مارے السلام
آپ کو در پہ پڑوں کی لاج ہے — آپڑے در پر تمہارے السلام

اس امیر صابری کا ہو قبول
ہے کھڑا در پر پکارے السلام

لطف و کرم کی ہو نظر یا خواجۂ گنج شکر
کب تک پھروں میں در بدر یا خواجۂ گنج شکر

جائیں تو اب جائیں کدھر یا خواجۂ گنج شکر
قدموں کو تیرے چھوڑ کر یا خواجۂ گنج شکر

اے چشمۂ فیضِ رساں اے منبعِ جود و سخا
اب دامنِ اُمید بھر یا خواجۂ گنج شکر

خواجۂ قطب کے فیض سے آیا پاکپتن میں سے
کس شان سے تم جلوہ گر یا خواجۂ گنج شکر

مجھکو قسم ہے آپکی خواہش نہ تخت و تاج کی
مل جائے تیری رہ گزر یا خواجۂ گنج شکر

فیضِ قدم سے آپکے دیکھا ہی کوچے میں تیرے
ہے کھل گیا جنت کا در یا خواجۂ گنج شکر

در پہ کھڑا ہے دیر سے آقا امیر صابری
کیجے عنایت کی نظر یا خواجۂ گنج شکر

میں ہوں دیوانہ فریدالدینؒ کا
دل ہے کاشانہ فریدالدینؒ کا

غیر کی سنتا ہے کب وہ زاہدا
جو ہے مستانہ فریدالدینؒ کا

صدقے میں خواجہ قطب کے مل گیا
مجھکو پیمانہ فریدالدینؒ کا

عرش سے قدسی ہیں آئے دیکھنے
پوچھیں میخانہ فریدالدینؒ کا

دیکھ کر شاہوں نے سر کو خم کیا
تختِ شاہانہ فریدالدینؒ کا

حشر میں آتا ہے وہ کس شان سے
دیکھو مستانہ فریدالدینؒ کا

خُلد میں جانے دو رضوان سے کہا
یہ ہے دیوانہ فریدالدینؒ کا

ہے علی احمدؒ علاؤالدینؒ ولی
دل کا کاشانہ فریدالدینؒ کا

یہ امیر صابری جان و جگر
ہے یہ نذرانہ فریدالدینؒ کا

میں کیا کہوں ہے کیا رُخِ زیبا فریدؒ کا — نقشہ خدا کا عین ہے نقشہ فریدؒ کا
خواجہ قطبؒ کے لطف و کرم کی یہ شان ہے — جس جس کو دیکھتا ہوں شیدا فریدؒ کا
میخانۂ فرید کی تلچھٹ بھی جس نے پی — ہر ذرہ میں وہ دیکھتا ہے جلوہ فریدؒ کا
پہنچا درِ جنت پہ تو رضوان نے یوں کہا — جانے دو خلد میں یہ ہے بندہ فریدؒ کا
گر دیکھنا منظور ہے فردوس کا جلوہ — چل کر کے دیکھ لو ذرا روضہ فریدؒ کا
جو چاہو وہ ملتا ہے چلو پاکپتن میں — کیا فیض کا چشمہ کھلا بابا فریدؒ کا

زاہد امیرؔ صابری کی پوچھتا ہے کیا
روزِ ازل سے یہ تو ہے بندہ فریدؒ کا

بادشاہِ دوجہان حضرت مخدوم علیؓ احمدؒ علاؤ الدین صابرؒ
شہنشاہِ کلیر قدس سرہٗ العزیز

السلام مخدوم علاؤ الدینؒ صابر اسلام — اسلام اے نورِ چشم ابنِ حیدر اسلام
السلام مخدوم علی احمد علاؤ الدین ولی — اسلام اے سر تا پا نورِ نبیؐ شانِ علیؓ
السلام اے نورِ حق شمعِ بزمِ پنجتن — اسلام اے رازدارِ کنت کنزاً مخفی
السلام اے واقفِ اسرارِ حق ربِّ مجید — اسلام اے دلبرِ گنجِ شکر بابا فریدؒ
السلام اے زینتِ کون و مکاں حسنِ قبول — اسلام اے یادگارِ گلشنِ زہرا کے پھول
السلام اے منبعِ شانِ ولایت حیدری — اسلام اے حضرت مخدوم صابری کلیری

لو امیرؔ صابری کا لو میرے صابر سلام
آپکے منگتوں کا منگتا آپکے در کا غلام

شہنشاہِ ولایت جانِ جانِ عاشقاں تم ہو
ظہورِ عشق ہو تم زینتِ حسنِ جہاں تم ہو

ہو تم نورِ نظر ابنِ علی مخدوم علی احمدؒ
امام الاولیا ہو آفتابِ چشتیاں تم ہو

علاؤالدینؒ صابر حق نے یہ تم کو شرف بخشا
کہ تخلیقِ جہاں کی جانِ جانِ روحِ رواں تم ہو

تمہارے در کا منگتا ہوں کہاں جاؤں کدھر جاؤں
میرے ارمانوں کی دنیا کے صابر راز داں تم ہو

بھلا کیونکر نہ مجھ کو ناز ہو اپنے مقدر پر
میری امید سے بڑھ کر بھی مجھ پر مہرباں تم ہو

تمہارے آستانے سے کوئی خالی نہیں جاتا
دو عالم کیلئے وہ منبعِ فیضِ رساں تم ہو

تمہاری شانِ اقدس کو کوئی سمجھے تو کیا سمجھے
ضیائے دو جہاں تم ہو مکینِ لامکاں تم ہو

طفیلِ خواجہ گنج شکر نظر کرم کیجئے
بھٹکتے پھر رہے ہیں کیوں جو میر کارواں تم ہو

امیر صابری سب کہہ رہے ہیں یوں نظر والے
یہاں تم ہو وہاں تم ہو عیاں تم ہو نہاں تم ہو

یہ دیکھو بے حجابانہ ہیں جلوے کلیر کے
حقیقت میں ہیں نظارے یہ ہی اللہ اکبر کے

میرے مخدوم علی احمدؒ جو دیوانے تیرے در کے
حیاتِ جاوداں پائیں تیرے کوچے میں مر مر کے

تیرے کوچے میں چشمے بہہ رہے ہیں آبِ کوثر کے
فریدالدینؒ کا صدقہ پایا دو جام بھر بھر کے

مریضِ لادوا پائے شفا اس در پہ آ کر کے
شفا جنت کی دیتے ہیں یہ سائے تیرے گولر کے

تو رُتبے دیکھ لے زاہد علاؤالدینؒ صابر کے
جبینِ شوق تو اس آستانے پاک پہ دھر کے

میری آنکھوں میں ایسے کھنچ گئے ہیں نقشے تصور کے
میں دیکھوں ہر طرف جلوے تیرے روئے منور کے

کوئی کعبہ کلیسا کے کوئی دیوانے مندر کے
امیر صابری کو ہیں روا سجدے تیرے در کے

صابر پیا نے فیض کے دریا بہا دیے
بگڑے تمام کام ہمارے بنا دیے

صدقہ معین الدین کا اور قطب الدین کا
گنج شکر کے لال نے اجڑے بسا دیے

کلیر کی خاک پاک میں وہ ہیں تجلیاں
بے پردہ طور کے ہمیں جلوے دکھا دیے

جب سے شراب صابری صابر نے کی عطا
کوثر کے سب خیال ہمارے بھلا دیے

میری نظر میں ہیچ سلاطین دہر ہیں
صابر کے آستاں پہ اب بستر جما دیے

مشہور دو جہاں ہے وہ دریا دلی تیری
منگتے بھی بادشاہ و شہنشاہ بنا دیے

تسکین نصیب ہو گئی صبر و سکوں ملا
ایسے کئی نگاہ نے چرکے لگا دیے

اتریں ہیں اور نہ اتریں گے مرنے کے بعد بھی
ایسے خمار ان کی نظر نے چڑھا دیے

دیکھو امیر صابری صابر پیا کی شان
کونین کے حضور خزانے لٹا دیے

جلوہ دکھا دو صابری
مخدوم صابر کلیری

ہو جائے حج اکبری
مخدوم صابر کلیری

غوث الوریٰ کی آل ہو
گنج شکر کے لال ہو

تم نشان حیدری
مخدوم صابر کلیری

کھاتا ہوں میں تیری قسم
بسیار خوباں دیدہ ام

لیکن تو چیز دیگری
مخدوم صابر کلیری

حاجت نہ تخت و تاج کی
نہ دو جہاں کے راج کی

مل جائے تیری چاکری
مخدوم صابر کلیری

محتاج ہیں شاہ و گدا — اے منبعِ جود و سخا
ہو اک نگاہ سرسری — مخدوم صابر کلیری
گنجِ شکر کا واسطہ — مستوں کو کر دیجئے عطا
صابر شراب صابری — مخدوم صابر کلیری
نکلے تیری چوکھٹ پہ دم — یہ کہہ رہا ہے دم بدم

صابر امیر صابری
مخدوم صابر کلیری

میرے مخدوم کی چوکھٹ سے وہ فیضان ملتا ہے۔
کہ ہر مے نوش کو پیمانۂ عرفان ملتا ہے
میرے مخدوم علی احمد کی یہ شانِ سخاوت ہے
یہاں پر دولتِ دنیا و دین ایمان ملتا ہے
میرے صابر کے کوچے میں ذرا دیکھو دیکھنے والو
خدا بھی آج بن کر صابری مہمان ملتا ہے
خزانے گنجِ شکر کے لٹ رہے ہیں آج کلیر میں
کہ منگتوں میں کبھی چھپ چھپ کر اک سلطان ملتا ہے
ہر اک غوث و قطب ابدال اُن کے آستانے پر
کھڑا ہے حاضری میں صورتِ دربان ملتا ہے
جسے دیکھو وہی ڈوبا ہوا ہے رنگ وحدت میں

شراب صابری کا جام ہر ہر آن ملتا ہے
امیر صابری ڈر ہے شریعت کا نہیں کہہ دوں
کہ جس جس شان سے صابر پیا کا شان ملتا ہے

صابر کے آستاں پر عالم جھکا ہوا ہے
کلیر کا ذرہ ذرہ کعبہ بنا ہوا ہے
سب عرش فرش والے بن کر براتی آئے
وہ بادشاہِ کلیر دولہا بنا ہوا ہے
بابا فریدالدین کے لطف و کرم کا صدقہ
فیضانِ صابری کا دریا چڑھا ہوا ہے
صابر تمام محفل مستی میں جھومتی ہے
پرتو تیری نگاہ کا ایسا پڑا ہوا ہے
جس سمت دیکھتا ہوں جلوہ صابری ہے
آنکھوں میں آج ایسا نقشہ کھنچا ہوا ہے
بابِ کرم سے آقا دستِ کرم نکالو
منگتوں کا در پہ دیکھو میلہ لگا ہوا ہے
یہ تخت و تاج و شاہی وہ کیوں نظر میں لائے
جو کہ امیر ان کے در کا گدا ہوا ہے

رہیں گی کب تلک یہ مجھ سے خفائیں صابر
گزر گئیں تیری چوکھٹ پہ مدتیں صابر
بدل دو میرے بھی بگڑے ہوئے مقدر کو
کہ تم نے بدلی ہیں لاکھوں کی قسمتیں صابر
میں کر رہا ہوں تیری دید کے تقاضے میں
حریم ناز کے پردوں کی منتیں صابر
دکھا دو جلوہ پر نور بے حجابانہ
طواف کرتی ہیں روضہ کا حسرتیں صابر
طفیلِ گنج شکر کچھ تو آج مل جائے
کہ لاکھوں آئے ہیں لیکر کے حسرتیں صابر
یہیں سے عالم بالا نے فیض پایا ہے
ملی نہ کس کو تیرے در سے دولتیں صابر

تجلی طور کی روضے پہ جگمگاتی ہے — کہ برق پاش ہیں آ آ کے رحمتیں صابر
سُنو گے تُم ہی تو تم کو سنانے آیا ہوں — کہ تم پہ روشن ہیں سب میری حالتیں صابر

امیرِ صابری کا حُسنِ اعتقاد ہے یہ
تمہاری یاد ہے حق کی عبادتیں صابر

جسے جنت سمجھتے تھے وہ کلیر کی گلی نکلی — میرے صابر کی چوکھٹ سجدہ گاہِ ہر ولی نکلی
معین الدینؒ قطب الدینؒ کی نظرِ عنایت سے — فریدی باغ میں کیسی سخاوت کی کلی نکلی
میرے مخدوم نے قسمت ہزاروں کی بدل ڈالی — یہ شانِ بے نیازی ہے یہ پیری بھی یہاں کھلی نکلی
یہی جلوہ یہی نقشہ یہی صورت یہی سیرت — میرے صابر کی صورت میں ہو شکلِ علیؑ نکلی
تجلی خیز ہے ہر ذرہ ذرہ خطۂ کلیر — علاؤ الدینؒ صابر کی عجب شانِ جلی نکلی
یہی جس سانچے میں ڈھالا حق نے نقشہ نورِ وحدت کا — اُسی سانچے میں صورت پیارے صابر کی ڈھلی نکلی

امیرِ صابری جس وقت دیکھا غور سے میں نے
فریدی باغِ جنت سے یہ کلیر کی گلی نکلی۔

۱۵

نکل جائے در پر تیرے جان صابرؒ — بس اتنا ہی دل میں ہے ارمان صابرؒ
جیوں آرزو میں مروں تیرے غم میں — یہی زندگی کا ہو سامان صابرؒ
اٹھا دو اٹھا دو یہ چہرے سے زلفیں — دکھا دو دکھا دو یہ قرآن صابرؒ
شہنشاہ بھی اُنکی غلامی میں رہتے — جو ہیں آپ کے در کے دربان صابرؒ
ترا ہر اشارہ ہے تفسیرِ قرآں — رخِ پاک ہے تیرا قرآن صابرؒ

مجھے اپنے مستوں میں کر لیجیے شامل — پلا کر کوئی جام عرفان صابر

امیر حزیں یوں سر حشر آئے
ہو ہاتھوں میں بس تیرا دامان صابر

یہ ہیں گنجِ شکر کے دیکھ لو فیضان کلیر میں — نظر آتی ہے بے پردہ خدا کی شان کلیر میں
میرے مخدوم علی احمدؒ علاؤالدین صابر کے — ہزاروں اولیا آ کر ہوئے مہمان کلیر میں
معین الدینؒ قطب الدینؒ فرید الدینؒ کا صدقہ — خدائی کر رہے سلطانوں کے سلطان کلیر میں
چلو مستو پیئو بھر بھر کے پیالے یہ پیمانہ — کھُلا ہے بخدا میخانۂ عرفان کلیر میں
درِ مخدوم پر جا کر کوئی خالی نہیں آتا — ہے ہوتا بے سر و سامان کا سامان کلیر میں
درِ صابر پہ جا کر کے جبینِ شوق کو رکھ دے — مکمل زاہدا ہو گا تیرا ایمان کلیر میں

امیر صابری جو کہ جھکا اُس آستانے پر
اُس کو ہو گئی اللہ کی پہچان کلیر میں

صابر ذرا سُن لیجیے فریاد کسی کی — اُجڑی ہوئی دُنیا کرو آباد کسی کی
صدقہ فرید الدینؒ کا مکھڑا تو دکھا دو — اب زندگی ہونے کو ہے برباد کسی کی
صدقہ معین الدینؒ قطب الدینؒ کا کیجیے — گنجِ شکر کا واسطہ کیجیے امداد کسی کی
مولا میں رہوں یا نہ رہوں یہ ہے تمنا — تا حشر میرے دل میں رہے یاد کسی کی
جلوہ دکھا دو نور کی چلمن کو اٹھا کر — یہ شاد کرو حسرتِ ناشاد کسی کی
جس نے میرے ارمانوں کی بستی کو بسایا — اب تک نگاہِ ناز ہے وہ یاد کسی کی

صابر امیرِ صابری کو در پہ جگہ دو
سُن لیجئے پھوٹی ہوئی فریاد کسی کی

سما گیا ہے میرے دل میں اب یہی صابر
تمہارے کوچے میں مٹنا ہے زندگی صابر

طفیل گنج شکر بھر دو آج دامن کو
تیرے خزانے میں کوئی نہیں کمی صابر

پڑا ہوں تیری چوکھٹ پہ تا قیامت میں
خدا کے واسطے دیدے وہ بیخودی صابر

میں مانگتا نہیں بھر بھر کے جام وحدت کے
تو اپنے مستوں کو دیدے بچی کچی صابر

تو ہے نرالا تیری دین بھی نرالی ہے
کسی کو عقبیٰ اور دنیا کسی کو دی صابر

نہ ہے وہ دیر و حرم میں نہ ہے کلیسا میں
جو تیرے کوچے میں ہے لطف بندگی صابر

امیرِ صابری در کا تیرے بھکاری ہے
اسے جو دینا ہے دے دیجئے ابھی صابر

شان مبارک جناب سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین

اولیاء محبوب الٰہی قدس سرہٗ العزیز

تم سا نہیں کوئی حسین خواجہ نظام الدین
تم ہی تو دل میں مکیں خواجہ نظام الدین

بہر فرید الدینؒ و قطب الدینؒ کا مجھکو
دیجئے دکھا دے مبین خواجہ نظام الدین

سجدہ ہو در سے تیرے اٹھے نہ سر اپنا
یہی ہے یہ شوق جبین خواجہ نظام الدین

اُس دل میں کیسے غیر کا ہووے گذر خواجہ
جس دل میں ہو تم دلنشین خواجہ نظام الدین

میرے لئے کعبہ کا کعبہ آپ کی چوکھٹ
ہے بس یہ ہی اپنا یقین خواجہ نظام الدین

دل کو میرے روشن کیا اک یاد تیری نے
اے جلوۂ ماہ مبین خواجہ نظام الدین

یہ ہے امیرِ صابری نظرِ کرم ان کی
چاہا جہاں دیکھا وہیں خواجہ نظام الدین

جو آپ کا شیدا ہوا محبوب الٰہی
میں کیا کہوں وہ کیا ہوا محبوب الٰہی

بابا فرید الدینؒ کی اک خاص نظر سے
کیا آپ کا رتبہ ہوا محبوب الٰہی

جس پہ پڑی ہے آپ کی نظرِ کرم خواجہ
بندے سے وہ مولا ہوا محبوب الٰہی

لائے وہ نظر میں سلاطین دہر کو
جو آپ کا منگتا ہوا محبوب الٰہی

وہ ہو گیا ہے واقفِ اسرارِ حقیقی
جس کو تیرا جلوہ ہوا محبوب الٰہی

کعبے کو کوئی جائے کوئی سوئے کلیسا
مجھ کو تیرا سودا ہوا محبوب الٰہی

جائے امیرِ صابری کیوں غیر کے در پر
یہ آپ کے در کا ہوا محبوب الٰہی

زری زر بخش کے قربان جاؤں
سوا اُن کے نہ کچھ نظروں میں لاؤں

وہ سلطان المشائخ اولیاء ہیں
جو چاہوں اُن کی چوکھٹ سے میں پاؤں

نظام الدینؒ محبوب الٰہی
تیرا منگتا تیرا بندہ کہاؤں

میری دکھ درد میں ڈوبی کہانی
میرے خواجہ سنو تو میں سناؤں

وہیں پر دیکھ لیتا ہوں تمہیں کو　　جبینِ شوق جس جا پر جھکاؤں
کرم پھر قریبہ الدین کیجیے　　کہاں تک ٹھوکریں در در کی کھاؤں
امیرِ صابری کی آرزو ہے
وہ عالم میں تمہارا میں کہاؤں

شانِ مبارک قبلہ و کعبہ پیر و مرشد واقفِ اسرارِ حقیقی خضرِ طریقت بحرِ وحدت جناب حاجی صوفی سید محمد حسینؒ شاہ صاحبؒ ہاشمی چشتی صابری خاموشی پیشِ امام صاحب حیدرآبادی قدس سرہٗ العزیز رحمۃ اللہ

کیا مطلعِ انوار محمد حسین ہیں　　اللہ کے اسرار محمد حسین ہیں
ہیں حاجی بھی سید بھی صوفی صابری چشتی　　پنجتن کی اک گلزار محمد حسین ہیں
القاب ہے پیشِ امام حیدرآبادی　　خاموش کے دلدار محمد حسین ہیں
کہتے ہیں سرِ بزم یوں سب اہلِ طریقت　　عرفان میں سرشار محمد حسین ہیں
محشر میں میری لاج ہے انکو میں ہوں انکا　　ایسے میرے غمخوار محمد حسین ہیں
اے موت تو آئی ہے تو یہ جان ہے حاضر　　اور دل کے بس مختار محمد حسین ہیں
تجکو امیرِ صابر کس بات کا غم ہے
ہر دکھ میں مددگار محمد حسین ہیں

رخصت مبارک

از دربارِ گوہر بار جناب حضرت بادشاہِ دوجہان مخدوم علی احمدؒ علاؤالدین صابر قدس سرہٗ العزیز

کلیر شریف

ہوتے ہیں دل و جان سے قربان تمہارے
رخصت کے طلب گار ہیں مہمان تمہارے

تم ہو سخی ابنِ سخی مخدوم علی احمدؒ
خالی نہ پھریں در سے یہ مہمان تمہارے

اے شمعِ بزمِ رسالت حسنِ دو عالم
پروانے چڑھیں سینکڑوں پران تمہارے

محتاجِ کرم کہتے ہیں یہ تیرا کرم ہے
دامن میں لئے جاتے ہیں فیضان تمہارے

بہرِ فریدالدینؒ اب جلوہ تو دکھلا دو
چوکھٹ پہ کھڑے عاشق بے جان تمہارے

نکلے نہ ہیں نہ نکلیں گے تا حشر یا صابرؒ
سینے میں بیٹھے جس جگہ پیکان تمہارے

صابرِ امیؔر صابری کو پھر بھی بُلاتا
دل میں لئے جاتا ہے یہ ارمان تمہارے

چادر شریف

چلو چڑھانے چلیں سکھی ری کسی کے رُوحِ رواں کی چادر
ادب سے قُدسی کھڑے ہیں جس جا یہ ہے اُسی آستاں کی چادر
جو مانگو حق سے دلا رہی ہے، جہاں کی بگڑی بنا رہی ہے
تمام عالم پہ چھا رہی ہے، یہ اُن کے فیض رساں کی چادر
مچی ہے چادر کی دھوم ایسی، تمام دُنیا پکار اُٹھی
سجی ہے ایسی بنی ہے ایسی، عرب کے اُس مہرباں کی چادر
بھرا ہے سوز دگداز اس میں، ہے لطف بندہ نواز اس میں
ہے میری دنیا کا راز اس میں، یہ ہے میرے رازداں کی چادر
شرابِ وحدت چھلک رہی ہے، جو جام خالی ہیں بھر رہی ہے
کہ بن پیئے مست کر رہی ہے، یہ میرے پیرِ مغاں کی چادر
بھلا یہ پایہ ہے کس نے پایا، کہ جھوم کر عرشیوں نے گایا
خدا کے لطف و کرم کا سایا، ہے صابری آستاں کی چادر
سب مست مستی میں جھومتے ہیں، اردگرد روضے کے گھومتے ہیں
لگا کے آنکھوں سے چومتے ہیں، مکین کون و مکاں کی چادر

مرادیں پاتے ہیں پانے والے، ادب سے سر کو جھکانے والے
تو بھی منالے منانے والے، یہ ہے تیرے امتحاں کی چادر
پکڑ لے دامن مچل جا الیا، تو آرزوؤں کا بھر لے کاسہ
امیرِ صابر پیا کا صدقہ، ہے رحمتِ دوجہاں کی چادر

چادر شریف

محمد مصطفیٰ صلی علیٰ آمنہ کی چادر
خدا کے نور میں ڈھلی ہے شاہِ دیں کی چادر

اسی چادر میں جلوہ گر وہ کالی کملی والا ہے
یہی نورِ مبین کی سورۂ یٰسین کی چادر

یہ اوڑھی ہے علی شیرِ خدا شبیر و شبر نے
ہے آئی ابتدا میں محی الدین کی چادر

اسی چادر کے صدقے ہے دو عالم میں اجالا ہے
معین الدین قطب الدین فرید الدین کی چادر

قسم حق کی چھپائے گی یہ دامانِ عقیدت میں
مرے مخدوم علی احمد علاؤالدین کی چادر

جو مانگو وہی ملتا ہے جو چاہو وہی ہوتا ہے
یہ ہے فیضِ دو عالم صنعۂ زریں کی چادر

امیرِ صابر بس تو بھی دامن تھام لے اس کا
مقامِ عشق میں ہے باعثِ تسکیں کی چادر

چادر شریف

خدا نے خود عطا کی ہے میرے مخدوم کی چادر

ہیں صدقے مصطفےٰؐ کی ہے میرے مخدوم کی چادر
علیؓ شیرِ خدا کی ہے میرے مخدوم کی چادر
شہیدِ کربلا کی ہے میرے مخدوم کی چادر
تجلی پنجتن کی بھی اسی چادر میں پنہاں ہے
یہ بس آلِ عبا کی ہے میرے مخدوم کی چادر
عجیب کچھ شان رکھتی ہے جو دیکھی اولیاؤں نے
کہیں غوثؒ الورا کی ہے میرے مخدوم کی چادر
معین الدینؒ قطبؒ الدین فریدالدینؒ نے جو اوڑھی
نشانی اُس ردا کی ہے میرے مخدوم کی چادر
اسی چادر کے دامن میں دو عالم کی حقیقت ہے
ضیاء نورِ خدا کی ہے میرے مخدوم کی چادر
مرادیں پا رہے ہیں لے امیرِ صابری لاکھوں
عجیب جود و سخا کی ہے میرے مخدوم کی چادر

چادر شریف

دل میں سما رہی ہے صابر پیا کی چادر
دن دیکھو آرہی ہے صابر پیا کی چادر
بابا فریدؒ الدین کے لطف و کرم کا صدقہ

دنیا پہ چھا رہی ہے صابرؒ پیا کی چادر

جن و بشر ملائک قدسی بھی اگار ہے ہیں

جوبن پہ آ رہی ہے صابر پیا کی چادر

قدسی اُٹھا کے سر پر کیا رقص کر رہے ہیں

مستی میں لا رہی ہے صابر پیا کی چادر

مستوں میں شور و غل ہے جام شراب وحدت

بھر بھر پلا رہی ہے صابرؒ پیا کی چادر

کونین کے خزانے لوٹو امیر علیکر

دیکھو لٹا رہی ہے صابر پیا کی چادر

باب کیف

دیکھا جو آئینۂ کیف کیا کہوں کیا نظر پڑا
جس کی تلاش تھی مجھے مجھ میں چھپا نظر پڑا

اب تو میری نگاہ میں شانِ بشر کچھ اور ہے
کیوں کہ لباسِ یار میں مجھکو خدا نظر پڑا

کیف کی کیفیت نہ پوچھ مستوں کی محویت نہ پوچھ
دیکھا جدھر جدھر کو بھی نظریں اٹھا نظر پڑا

میری نمازِ عشق کے سجدوں کی رفعتیں نہ پوچھ
سر کو جھکا دیا جہاں کعبہ بنا نظر پڑا

اور تو کچھ خبر نہیں اتنی سی ہوش ہے مجھے
پردہ حریمِ ناز کا اٹھتا ہوا نظر پڑا

نقشِ قدم ہے یار کا یا ہے نشانِ بے نشاں
کعبہ بھی ان کے پاؤں پر جھکتا ہوا نظر پڑا

نظرِ کرم ہے شیخ کی دیکھا جدھر جدھر کو بھی
مجھکو امیرؔ صابری صابر پیا نظر پڑا

اس طرح چشمِ تصور باز ہے — جلوۂ جاناں سراپا ناز ہے

کہہ رہی ہیں میرے دل کی دھڑکنیں — آپ ہیں یا آپ کی آواز ہے

میری ہر تارِ نفس میں موجزن — نغمۂ قالوا بلیٰ کا راز ہے

فخر ہے کعبہ پہ اے زاہد تجھے — یار کی چوکھٹ پہ مجھکو ناز ہے

جس کو دیکھا مست بے خود کر دیا — کیا عجب اُن کی نگاہِ ناز ہے

یہ میرا دل اور کہاں یادِ صنم — خوبیٔ قسمت پہ مجھکو ناز ہے

مجھ میں رہ کر مجھ سے ہی پردہ امیر
اُن کے رہنے کا عجیب انداز ہے

نہ ہے بت کدہ کی طلب مجھے نہ حرم کے در کی تلاش ہے
جہاں لٹ گیا ہے سکونِ دل اُسی رہ گزر کی تلاش ہے

میرے ذوقِ سجدۂ بندگی کو عطا ہوئی ہے یہ بے خودی
ترے سنگِ در پہ پہنچ بھی تیرے سنگِ در کی تلاش ہے

تو حرم میں جس کو ہے ڈھونڈتا مجھے بتکدہ میں وہ مل گیا
تجھے کیا ملال ہے زاہدا یہ نظر نظر کی تلاش ہے

اے طبیب ہٹ جا پرے ذرا میں مریضِ عشق ہوں لا دوا
مجھے جس نے درد عطا کیا اُسی چارہ گر کی تلاش ہے

جو غمِ حیات کو لوٹ لے اُسی رہزن کی ہے جستجو
جو چراغِ منزلِ عشق ہو اُسی رہبر کی تلاش ہے

میری زندگی ہے یہ زندگی تیرے عشق کی نہ مجھے لگی
تیرے ڈھونڈھنے میں جو گم ہوئی مجھے اس نظر کی تلاش ہے
یہ ہے وہ مقام کہ جس جگہ یہ امیر صابری کھو گیا
نہ رہی ہے جلوؤں کی آرزو نہ ہی جلوہ گر کی تلاش ہے

مجھے سکون نہیں اور مجھے قرار نہیں
بغیر تیرے میرے دلربا بہار نہیں
بہشت میں پہنچکر مجھے قرار نہیں
یہ کوئی اور جگہ ہے دیار یار نہیں
جبینِ شوق جھکی جا رہی ہے کیوں اس جا
اے دل یہیں تو کہیں آستانِ یار نہیں
لبوں پہ دم ہے نظر وقفِ در ہے دل بیتاب
چلے بھی آؤ کہ اب تاب انتظار نہیں
حریم ناز کے پردے ذرا اٹھا دیجئے
وہ بے قرار ہوں دم بھر جسے قرار نہیں
کسی کی مست نگاہوں کا تھا کہنا تو یہ
کہ آج بزم میں کوئی بھی ہوشیار نہیں

امیر صابری پہنچے ہیں ایسی منزل میں
جہاں ہے یار کا جلوہ خیالِ یار نہیں

جو محروم ہے تیرے لطف و کرم سے وہ بے پر نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
جسے مل گئی تیرے در کی گدائی سکندر نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
ہر اک گام اپنا وہ حیرت فضا ہے جنوں میں اک ایسا مقام آ گیا ہے
نہ اپنی خبر ہے نہ ان کا پتہ ہے یہ محشر نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
تصور میں تیرے جو کھویا ہوا ہے تیری مستیوں میں جو ڈوبا ہوا ہے

قسم حق کی بندے سے مولا ہوا ہے قلندر نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
محبت عجب کچھ مزا دے رہی ہے محبت پتہ یار کا دے رہی ہے
محبت خدا سے ملا دے رہی ہے یہ رہبر نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
محبت سے معمور ہے ذرہ ذرہ محبت محبت ہی ہے ذات یکتا
محبت کے دریا کا ہر اک قطرہ سمندر نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
تجھے دیکھ کر ہم جھکے جا رہے ہیں کہ سجدوں پہ سجدے کئے جا رہے ہیں
فرشتے بھی جس جا جھکے جا رہے ہیں تیرا در نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
ہے چشم بصیرت سے جس نے بھی دیکھا امیر حزیں بے دھڑک بول اٹھا
یہ دیر و حرم یہ میرے دل کی دنیا تیرا گھر نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

۸

تمہارے در پر جو دھونی رمائے بیٹھے ہیں
حرم کدہ سے وہ دامن بچائے بیٹھے ہیں
تمہارے کوچے سے مر کبھی ہم نہ نکلیں گے
ہم آج جان کی بازی لگائے بیٹھے ہیں
بگڑ کے بیٹھے ہیں ایسے سنور کے اٹھیں گے
تیرے فقیر لوں آسن جمائے بیٹھے ہیں
تڑپ ہے دل میں تیرے گرچہ ذبح لرنی کی
وہ دیکھ طور پہ پردہ اٹھائے بیٹھے ہیں
دل و جگر بھی اور ہوش و حواس و عقل و خرد

ہم اپنے یار پہ سب کچھ لٹائے بیٹھے ہیں

ہزاروں گم ہوئے اہل نظر سرِ محفل
نظر نظر میں وہ ایسے سمائے بیٹھے ہیں

امیرؔ صابری دامن کو تو بھی پھیلا دے
زمانے بھر کی وہ بگڑی بنائے بیٹھے ہیں

جب وہ پردۂ رخ روشن سے اُٹھا دیتے ہیں
طور والوں کے بھی وہ ہوش اڑا دیتے ہیں

کب انہیں ساغر و مینا کی طلب ہوتی ہے
وہ جنہیں اپنی نگاہوں سے پلا دیتے ہیں

کچھ ملے یا نہ ملے حُسن کی خیرات ملے
تیرے دیوانے تیرے در پہ صدا دیتے ہیں

اُن کے بیمارِ محبت کا خدا حافظ ہے
نہ دعا دیتے ہیں وہ اور نہ دوا دیتے ہیں

جلوۂ یار کے پُر کیف نظارے توبہ
دیکھنے والوں کو دیوانہ بنا دیتے ہیں

ان کے ہر تیر نظر کی میں بلائیں لے لوں
جو کہ مر جانے میں جینے کا مزہ دیتے ہیں

مانگنا آتا نہیں مانگنے والوں کو امیرؔ
دینے والے تو طلب سے بھی سوا دیتے ہیں

تیرے کرم نے کیا کہوں کیا کیا بنا دیا
چشم زدن میں خس کو جو چاہا بنا دیا

یہ ہیں جبینِ شوق کے سجدوں کی رفعتیں
سر کو جھکا دیا جہاں کعبہ بنا دیا

دیکھو تصورات کی آئینہ سازیاں
لیلےٰ کو قیس قیس کو لیلےٰ بنا دیا

اُس چشمِ مست ناز نے چلمن سے جھانک کر
سارے جہاں کا مجھکو تماشا بنا دیا

صد شکر میں نے دردِ محبت میں جان دیدی
لوگوں نے میرے درد کا قصہ بنا دیا

مُنہ سے لگی ہوئی نہیں چھُٹتی ہے خدا
عادی شراب پینے کا ایسا بنا دیا

کی ہے امیرِ صابری قسمت نے یاوری
صابر کے آستانے کا منگتا بنا دیا

جو کھو چکا ہوں میں وہ دل تلاش کرتا ہوں
جہاں لٹا ہوں وہ منزل تلاش کرتا ہوں

تڑپ تڑپ کے نکلتا ہوں موجِ طوفاں سے
میں ڈوب ڈوب کے ساحل تلاش کرتا ہوں

فزا اُداس ہے ٹوٹے ہوئے ہیں پیمانے
کہاں ہے ساقیِ محفل تلاش کرتا ہوں

بس آج ذوقِ شہادت نے کر دیا مجبور
میں آپ اپنا ہی قاتل تلاش کرتا ہوں

تصورات کی دُنیا میں کھو گیا ہوں یوں
کہ ذرہ ذرہ میں منزل تلاش کرتا ہوں

میں قیسِ عشق ہوں اب تک بھی دشت و صحرا میں
سوارِ ناقۂ محمل تلاش کرتا ہوں
امیرؔ صابری بھٹکا ہوا ہوں منزل سے
میں اپنا مرشدِ کامل تلاش کرتا ہوں

بے خودی بنا دی ہے میری بیخودی مجھے
اے دردِ عشق تھام لے بڑھ کر تو ہی مجھے

میری نمازِ عشق پہ کعبے کو ناز ہے
آئی ہے راس ایسی تیری بندگی مجھے

تیرے خیال نے میری بدلی ہے کائنات
دیوانہ کوئی کہتا ہے وحشی کوئی مجھے

پی پی کے بیخودی میں گرا پائے یار پر
صد شکر ہے کہ ہوش تو اتنی رہی مجھے

سر میرا در آئے یار پہ مٹنا نصیب ہو
لے دے کے عشق سے یہی دولت ملی مجھے

تسکینِ قلب ہو گئی صبر و سکوں ملا
ایسی کسی نگاہ کی برچھی لگی مجھے

کچھ ہے گلا تو اپنے مذاقِ طلب پہ ہے
آئی نظر نہ تیرے کرم میں کمی مجھے

تیرے کرم سے منزلِ مقصود مل گئی
رستہ بتا رہی ہے میری دیوانگی مجھے

دیکھو امیرؔ صابری خواجہ صابرؒ کے فیض سے
حاصل ہوئی ہے کیف بھری زندگی مجھے

نظر نظر سے بھرے جا رہے ہیں پیمانے
تیری نگاہوں کی مستی کو کوئی کیا جانے

شرابِ کیف کے دریا بہانے لاکھوں
چھلک اٹھے ہیں جو تیری نظر کے پیمانے

اے زاہدا تجھے معلوم کیا ہے مستوں کی
ہمارے دم ہی سے آباد ہیں خمخانے

شمع نہ ہوتی گر دشمن تو بزم مستی میں | نہ جانے ٹھوکریں کھاتے کہاں یہ پروانے
ہماری بادہ پرستی کی لاج رکھ لیجے | دکھا دو دور سے ساقی چھلکتے پیمانے
مٹانے والے نے کیا خوب ہی مٹایا ہے | کہ ذرہ ذرہ سے سن لیجے میرے افسانے

میرے لئے تو ہیں جنت سے لاکھ بڑھ چڑھ کر
امیر صابری کلیر کے جو ہیں ویرانے

ساقی نظر نظر سے شراب نظر پلا | کوثر اثر پلا یا قیامت اثر پلا
اے پیر میکدہ ہو تیرے میکدہ کی خیر | اک جام مستی مئے کوثر اثر پلا
میں مانگتا نہیں مجھے بھر بھر کے جام دے | تلچھٹ مجھے پلا دے یا مجھے اک چلو بھر پلا
توبہ شکن گھٹائیں کیا چھائی ہیں جھوم کر | اب بھر کے خم کو توڑ کے اور جھوم کر پلا
تشنہ لبی سے کیا کہوں ساقی دلنواز | دم ٹوٹنے لگا ہے نہ اب دیر کر پلا
ساقی پلا دے آج مجھے اس مقام کی | دیکھوں جدھر کو تو ہی تو ہو جلوہ گر پلا

در پہ امیر صابری مدت سے ہے پڑا
صابر پیا آج صدقۂ گنج شکر پلا

[illegible] اٹھائے جدھر گئے | لاکھوں کے دل گئے تو ہزاروں کے سر گئے
[illegible] اٹھائے جدھر گئے | بس اک نظر تو صورت دیدار کر گئے
ساقی تمہارے بادۂ رنگیں کی خیر ہو | ہم تو تمام ہوش و خرد سے گزر گئے
کس کس ادا و ناز سے اٹھا نقاب حسن | ہم سے ادائے یار پہ لاکھوں ہی مر گئے

وہ رہ گئے جو عشق میں کچھ سوچنے لگے
وہ تر گئے جو بحرِ محبت میں تر گئے

حاصل ہوا ہے آج انہیں کیفِ زندگی
جن کی طرف ہیں یہ نہ کے تیرِ نظر گئے

وہ مہر امیرِ صابری اُٹھیں نہ عشر تک
جو کہ نمازِ عشق کے سجدوں میں مر گئے

دل دیدیا ہے دید کا وعدہ لئے بغیر
بنتی نہیں ہے بات یہاں جان دئے بغیر

مستی بھری نگاہوں سے مستی بکھیر دے
ساقی نہ آج جائیں گے میکش پئے بغیر

اُن کی گلی میں جوشِ جنوں کا یہ حال ہے
نکلا نہ کوئی چاک گریباں کئے بغیر

زاہد تجھے ہو خلد مبارک مگر ہمیں!
تسکیں نہیں ہے جلوۂ جاناں کئے بغیر

ہوگی امیرِ صابری کیسے نمازِ عشق!
نقشِ قدم پہ یار کے سجدہ کئے بغیر

خدارا ذرا رُخ سے پردہ اُٹھا دے قیامت کے ساماں اُٹھے جا رہے ہیں
ہم اس پردہ داری پہ قربان جائیں تو پردے میں ہے ہم مٹے جا رہے ہیں
اے دل تو مقامِ خودی سے گذر جا خودی سے گذر جا خوشی سے گذر جا
یہ منزل وہ ہے جس میں ہر اک قدم پر شب و روز لاکھوں لُٹے جا رہے ہیں
ہے ہر ذرہ میں دیکھی ہر شان تیری ہوئی ہے محبت میں پہچان تیری
یہ تیری نگاہِ کرم کا کرم ہے حجابوں کے پردے اُٹھے جا رہے ہیں!
وہ خورشیدِ محشر عیاں ہو رہا ہے میرے راز کا راز داں ہو رہا ہے

اگر مجھکو غم ہے تو آشنا ہی غم ہے چراغ جدائی بجھے جا رہے ہیں
تیرے آستانے کی وہ شان دیکھی چھپی جس میں دولتِ عرفان دیکھی
ہماری حقیقت عقیدت ہی کیا ہے ملک تیرے در پر جھکے جا رہے ہیں
پلائی ہے ایسی دعا سے رہا ہوں جو کہنا نہ تھا آج وہ کہہ رہا ہوں!
امیر حزیں ایسی مستی کے صدقے تصور میں نقشے کھچے جا رہے ہیں

جسے تیرے جلوؤں کی آرزو بس اُسے تمنا کی تلاش ہے
تو کسی ادا میں ہو جلوہ گر تیری ہر ادا کی تلاش ہے
ہو حرم کدہ یا ہو بتکدہ ہو صنم کدہ ہو یا میکدہ!
جو دلیل منزلِ عشق ہو اُسی رہنما کی تلاش ہے
یہ کسی نگاہ نے کرم کیا مجھے اس مکاں کا پتہ دیا
نہ خطا کا مجھ کو ہے غم رہا نہ رہی عمل کی تلاش ہے
نہ بیانِ خلدِ بریں سُنا مجھے کہہ رہا ہوں میں زاہدا
جہاں حسن یار ہے جلوہ گر مجھے اُسے فضا کی تلاش ہے
میں وہ ہوں مریض خدا گواہ جسے جان بخشے تیری نگاہ
نہ کسی دعا کی طلب مجھے نہ کسی دوا کی تلاش ہے
تیرا حسن جلوۂ طور ہے میرا عشق کیف و سرور ہے
تجھے ابتدا کی خبر نہیں مجھے انتہا کی تلاش ہے
میرا امیر صابری کیا کہوں میری کائنات میرا جنوں!

نہ جزا سزا کی خبر مجھے نہ فنا نہ بقا کی تلاش ہے

یہ جشن بادہ کشی ہے واعظ نہ کر تو کچھ اجتناب پی لے
جھجکنا کیسا الجھنا کیسا حجاب کیا ہے بے حجاب پی لے
جو پینے والے ہیں پی رہے ہیں اسی کو پی پی کے جی رہے ہیں
پلانے والا پلا رہا ہے حساب کیا بے حساب پی لے
گھٹائیں آئی ہیں جھوم کر اب ہوئے ہیں توبہ کے ٹکڑے ٹکڑے
میں مانوں تیری نماز پڑھ لوں تو مان میری شراب پی لے
یہ وہ جو پی ہے بلال حبشی یہ وہ جو پی تھی اویس قرنی!
غریب کا دولہا بنا ہے ساقی محمد کا دے سر کو شتاب پی لے
نہ یاد کا کچھ پتہ کیا ہے تلاش جنت میں مر مٹا ہے
خراب کر لی ہے دنیا تو نے نہ دین کو کر خراب پی لے
شراب شیشہ میں ڈھل رہی ہے ادا سے مستی مچل رہی ہے
اٹھا کے جام شراب کو تو اسی میں ہے سب ثواب پی لے
امیر صابر پیا کا صدقہ ہے اس کی تفسیر یہ دیکھنا!
قسم خدا کی خدا گواہ ہے خدا نے پی یہ سنت اب پی لے

نہ بہائے مجھ کو بیان جنت یہ ہیں کسی غیر نگر کی باتیں
وہ رونق بزم دو جہاں ہے کہیں جو بھول حسن جلوہ گہ کی باتیں

تجلیاں حسنِ یار کی تو سرکار سے کراں دو جہانِ ملک ہائیں !
جہاں پہ چپا ہو وہاں پہ دیکھو فقط پیا اپنی نظر کی باتیں !
نظر نظر سے ملائی ایسی نظر نے کی دہشت اں ایسی
نظر نظر کو بتا رہی ہے نظر ہی جانے نظر کی باتیں !
میں کیا کہوں کہ ہے کیا کیا دیکھا طواف کرتا ہے آ کے کعبہ
جو جھکا چکا ہوں جبیں جہاں پہ نہ پوچھو اس سنگِ در کی باتیں
کہیں پہ منصور ہیں پکارتی ہائیں کہیں وہ سر کو کٹا رہی ہائیں !
کسی کو در در پھرا رہی ہائیں کسی کے تیرِ نظر کی پاتیں !
کسی کو دیوانہ کر رہی ہیں کسی کو مستانہ کر رہی ہیں !
وہ خود سے بیگانہ کر رہی ہیں کسی کے جادو اثر کی باتیں
یہی عبادت یہی ریاضت قسم خدا کی یہی ہے جنت
اسیر ستّر رہوں میں صابر پیا کے کیر نگہ کی باتیں !!

وہ بالیں پہ آ گئے ہیں الحمد وللہ کہوں کس ادا سے مچلتے مچلتے
میری جان میں جانِ من جان آئی میرا رک گیا دم نکلتے نکلتے
نگاہِ کرم نے کرم وہ کیا ہے جو مانگا طلبگار تو وہ دیا ہے
کہ لاکھوں کی بگڑی بنانے چلے وہ جدھر کو بھی ڈالی نظر چلتے چلتے
نگاہوں میں ایسا نشہ سا بھرا ہے نہ اب صبر کا مجھ میں یارا رہا ہے
یہ جوشِ جنونِ محبت نہ دیکھو پھٹے دل کے چھالے ابلتے ابلتے

کسی کی نگاہ کا کرشمہ تو دیکھو عجب ہے یہ طرفہ تماشہ تو دیکھو!

جلیں گے کریں گے جہاں کو منور ترے عشق کی آگ میں جلتے جلتے!

سنو نہ سنو یہ ہے مرضی تمہاری مگر ہے یہ فریاد کی بیقراری

دل غم زدہ کو خدا را سنبھالو سنبھل جائے گا یہ سنبھالے سنبھالے

امیر حزیں یاں کے ارماں نہ نکلے نہ نکلا کوئی حسرت دل ہماری

وہ آ گئے بھی تو چل دیے آتے آتے [illegible] کے ڈھلتے ڈھلتے

تیرا آستانہ ناز ہو یہ میری جبیں نیاز ہو
مرا حبیب ہے پیش نظر ہو تو میری ہستی بھی محو ناز ہو

تیرا درد ہو تیری یاد ہو تیرا ذکر ہو تیرا فکر ہو
تو ہو نماز میں میں نماز میں یا میری اس طرح سے نماز ہو

تیری شعلہ ہو میری عید ہو تیرا نام ہو میرا کام ہو
میں نیاز مند حضور ہوں تو خدا ہی بندہ نواز ہو

تو لگا دے ایسی لگی رہے تو پلا دے ایسی جو [illegible]
تیرا درد درد لطیف ہو میرے دل میں ایسا گداز ہو

یہ امیر جب ہی دم بدم تجھے کہہ رہا ہے تیری قسم
مجھے اپنے عشق میں یوں مٹا میری خاک کو بھی نہ ناز ہو

نام ہیں مشہور زمانے میں وفاؤں کیلئے
ہم نے ہر طور [illegible] ہے تیری جفاؤں کیلئے

خوب دل کھول کے ارمان نکالو دل کے
ہم جگر تان کے بیٹھے ہیں [illegible] دل کیلئے

اپنا تو عشق کفن پوش بنا کرتا ہے
آپ کا حسن ہے مقبول اداؤں کیلئے

دینے والا مجھے بن مانگے دیئے جاتا ہے
مجھکو محتاج نہ رکھا ہے دعاؤں کیلئے

مسجد و دیر و حرم کعبہ کلیسا چھوڑے
کوچہ یار کی ہے کیف فضاؤں کیلئے

اے جانِ نو بہار سکونِ دل و جگر
گر تو نہیں تو بے سر و ساماں ہے زندگی
میں عشق کے کس طرح سے دھوکے کھا گیا پھر سے آج ہر اک ادائے دوست پہ قرباں ہے زندگی
اے یادِ یار کیوں نہ تجھے دل میں بساؤں
تیرے بغیر بس میری ویراں ہے زندگی
ہو جائے اے امیرؔ جو اپنے نصیب میں
مستی بھری نگاہ کا پیکاں ہے زندگی

جو بات دل میں تھی آنکھوں نے کہہ سنائی ہے
کہاں کی چوٹ کہاں جا کے رنگ لائی ہے
بھٹکتے پھرتے تھے دیر و حرم کی گلیوں میں
تمہارے پاس سے منزل کی راہ پائی ہے
کرم سے دامنِ امید آج بھر دیجئے
درِ حضور پہ مدت سے لو لگائی ہے
تمہاری آنکھوں کی مستی بہار کی صورت
تمام بادہ پرستوں پہ آج چھائی ہے
ہے آج کس نے اٹھایا نقاب چہرے سے
جدھر بھی دیکھیں وہ منظر شانِ کبریائی ہے
امیرؔ صابری نکلے نہ آفتاب یہاں
جہاں پہ جلوۂ محبوب کی خدائی ہے

میری سرکار آیا ہوں یہاں بے خانماں ہو کر
کہاں جاؤں تمہارے در کی خاکِ آستاں ہو کر
میری اجڑی ہوئی دنیا ابھی آباد ہو جائے

میرے دل میں رہا کرتا ہے جو میری جانِ جاناں ہو کر
وہی آنکھیں ہیں جو دیکھیں تمہیں کو جس طرف دیکھیں
وہی سر ہے جو خاکِ سنگِ آستاں ہو کر
تجھے ان مست آنکھوں کی قسم اب بخش دے مستی
سما جائے دل کے شیشے میں شرابِ ارغواں ہو کر
ہم ایسے عشق کے قرباں کہ جس نے یہ جنوں بخشا!
مرے جیب و گریباں کہہ رہے ہیں دھجیاں ہو کر
طوافِ نقشِ پا کے یاد کرتے ہیں سرِ منزل
مرے سب حسرت و ارماں غبارِ کارواں ہو کر
امیرؔ صابری کو ناز کیوں نہ ہو مقدر پہ
کسی کی یاد ہے دل میں حیاتِ جاوداں ہو کر

آنکھوں میں جل رہا ہوں غبارِ سحر کو میں
آنکھوں سے ڈھونڈتا ہوں تیری رہ گزر کو میں

چشمِ زدن میں جو میری دنیا بدل گئی
بھولا نہیں ہوں اس تیری پہلی نظر کو میں

ایسا تلاشِ یار میں گم ہو گیا ہوں میں
آؤں گا اب نظر کسی اہلِ نظر کو میں

چوکھٹ پہ تیری کیوں نہ جھکا دوں سرِ نیاز
کعبہ سمجھ رہا ہوں تیرے سنگِ در کو میں

جس نے ہے مجھکو دردِ محبت عطا کیا
مدت سے ڈھونڈتا پھرتا ہوں اسی چارہ گر کو میں

مانا بہت کٹھن ہیں محبت کی منزلیں
کہہ دوں گا ان کے لطف سے طے اس سفر کو میں

جب سے امیرؔ صابری دیکھی ہے اُن کی شان

اب اور کچھ سمجھتا ہوں شانِ بشر کو میں

آرزو ہے اس آستانے کی
بگڑی بنتی جہاں زمانے کی

میں بُرا ہوں بھلا ہوں جیسا ہوں
لاج تم کو ہے اب نبھانے کی

آنکھیں روتی ہیں دل سسکتا ہے
یہ سزا پائی دل لگانے کی

عاشقوں کو تمہارے کوچے میں
سخت بندش ہے آنے جانے کی

رازِ افشاں نہ ہو محبت میں
بس یہی چیز ہے چھپانے کی

رخ سے پردہ ذرا اٹھا دیجئے
اب بدل دو فضا زمانے کی

ساقیا ہے یہ ہی بہارِ کیف
چیز پینے پلانے کی

تجھ پہ مٹ کر امیر صابری نے
لذت پائی ہے جو نہ پانے کی

تہمتِ عشق کو ہم سر پہ لئے جاتے ہیں
تیرے دیوانے عجب کام کئے جاتے ہیں

اُن کو حاجت نہ رہی شیشہ و پیمانے کی
جو تیری مست نگاہوں سے پئے جاتے ہیں

زاہدا تجھکو تو ہے دوزخ و جنت کی خبر
پینے والے تیری مسجد میں پئے جاتے ہیں

ہم تو نادم ہیں کہ توبہ کو تیری اے واعظ
توڑ کر تجھکو بلا کر کے پئے جاتے ہیں

مر گئے ہیں جو تیرے عشق میں اے جانِ جہاں
یہ وہ مرنا ہے کہ مر مر کے جئے جاتے ہیں

جو تیری مست اداؤں نے کئے ہیں زخمی
جاں دئے جاتے ہیں ایمان دئے جاتے ہیں

شہرِ خاموشاں کو خالی نہیں جاتے ہیں امیر

یادِ پہلو میں کسی جنت کی لیے جاتے ہیں

۱

جو اہلِ دل ہیں وہ ہر دل کو اپنا دل سمجھتے ہیں
مقامِ عشق میں ہر گام کو منزل سمجھتے ہیں

تیری نظرِ کرم نے بیکسوں کی آبرو رکھ لی
ہمارا یہ مقدر کہ ہم بھی تیری محفل سمجھتے ہیں

یہ وہ بحرِ محبت ہے یہاں پر ڈوبنے والے
جو طوفاں میں اٹھیں موجیں انہیں ساحل سمجھتے ہیں

ابھی ہم خاکِ مجنوں کے جو ذرے ہیں انہیں دیکھو
بگولے جو اٹھیں صحرا سے وہ محمل سمجھتے ہیں

جو بندے عشق کے ہیں عشق کی دنیا میں گم ہو کر
ہزاروں مشکلوں کو کچھ نہیں مشکل سمجھتے ہیں

جبینِ شوق کے سجدوں کی مستی یہ پکار اٹھی
کسی کے نقشِ پا کو ہم مہِ کامل سمجھتے ہیں

امیرِ صابری سب نے کیا ہے خود سے بیگانہ
خیالِ یار کو ہم مرشدِ کامل سمجھتے ہیں

۲

جنہیں شرابِ محبت کا جام ملتا ہے
انہیں کو منزلِ دل کا مقام ملتا ہے

جو طور پر نہ ملا بے نقاب موسیٰ کو
وہ بے حجاب مجھے صبح و شام ملتا ہے

تیری نگاہوں کی مستی سنبھالتی آ ہے
جو میکدے میں کوئی تشنہ کام ملتا ہے

تیری نماز پہ واعظ مجھے تعجب ہے
نمازِ عشق میں کس کو قیام ملتا ہے

بچا نہ کوئی بھی محروم تیری چوکھٹ سے
تیرے کرم سے تیرا فیض عام ملتا ہے

تلاشِ یار میں کھو دے تو اپنی ہستی کو
نشانِ یار سے اپنا مقام ملتا ہے

امیرِ صابری تو آشنائے فطرت ہے
تیری زباں سے کسی کا پیام ملتا ہے

پلادے ساقیا وہ جام ارغواں مجھ کو — نظر نہ آئے کہیں بھی پھر انشان مجھ کو

نفس نفس پہ ہے اک بحر بے کراں مجھکو — قدم قدم پہ ہے اک تازہ امتحاں مجھ کو

ترے خیال میں منزل سے دور جا نکلا — تلاش کرتا ہے خود میر کارواں مجھ کو

جہاں گذرنا فرشتوں کا غیر ممکن ہے — تیری نگاہ نے پہنچا دیا وہاں مجھ کو

کسی کی مست نگاہوں کا یہ تصرف ہے — دکھائی دیتی ہے وہ جلوۂ لامکاں مجھ کو

فریب حسن رخ یار نے ہے لوٹ لیا — بنا کے اپنی محبت کا رازداں مجھ کو

امیر صابری کیوں جائے طوف کعبہ کو
حرم کدہ ہے کسی بت کا آستاں مجھکو

۲

ساقیا ہے آج میخانے میں مستانوں کی عید — شمع رو ہے آج بس ان تیرے پروانوں کی عید

آج بھر بھر کر پلادے جتنی بھی ہم پی سکیں — رنگ پہ آ اٹھ رہا ہے آج دیوانوں کی عید

بے حجابانہ وہ محفل میں چلے آئے ہیں آج — بعد مدت کے ہوئی ہے پھر ارمانوں کی عید

یہ کسی کی مست آنکھوں کا تصرف دیکھیے — ہے جنون عشق میں اپنے گریبانوں کی عید

کہہ رہے ہیں ساکنان نجد چل کر دیکھ لو — قیس کے دم سے ہوا کرتی تھی ویرانوں کی عید

کر رہے طواف میخانہ یوں سرکش جھوم کر — آج ہے توبہ شکن لبریز پیمانوں کی عید

میکدہ کیا ہے امڈتی ہیں گھٹائیں جھوم کر
ہے امیر صابری صابر کے دیوانوں کی عید

۱

اب تصور میں آ گیا کوئی — میری دنیا لبا گیا کوئی

آج محفل میں بے حجابانہ　　اپنا جلوہ دکھا گیا کوئی
نامِ محشر کا سنتے آتے تھے　　آج محشر کا دکھا گیا کوئی
آج مستی بھری نگاہوں سے　　مست و بے خود بنا گیا کوئی
دو ملے ہیں تو دل گیا ہے خدا　　ایسی نظریں ملا گیا کوئی
جلوۂ نور، حسن بن کر　　ساری دنیا پہ چھا گیا کوئی

اے امیرؔ آج آنکھوں آنکھوں میں
مئے کوثر پلا گیا کوئی

ایسا ساغر تو ساقیا دیدے　　جو پتہ مجھ کو یار کا دیدے
صدقہ میخانے کا بچی ہی کچی　　اپنے مستوں کو ساقیا دیدے
ہر قدم پر جبیں ہو سجدے میں　　ایسی منزل مجھے خدا دیدے
ایک انگوری مئے کا پیمانہ　　مست نظروں کا واسطہ دیدے
پڑھ کے دیکھوں جدھر تجھے دیکھوں　　میری آنکھوں میں وہ ضیا دیدے
رات دن جن کا درد رہتا ہے　　یاد اُن کی ہی رہنما دیدے

یا الٰہی امیرؔ کی ہے دعا . . . . .
اُن کے در پہ اسے قضا دیدے

عشق میں بیقرار پھرتے ہیں　　بنتے دیوانہ وار پھرتے ہیں
سر کو لیکر ہتھیلی پہ لاکھوں　　آپ کے جاں نثار پھرتے ہیں

سر دھرے کے ہتھیلی پہ آتے ہیں سر محفل
جن مستوں نے دیکھے ہیں میدان محبت کے

جاتی کہاں تو نکل کر کے اب لب پہ آ پہنچی ہے
اے کاش نہ نکلے ہیں ارمان محبت کے

کوچۂ محبت سے ہم مر کر بھی نہ نکلیں گے
لاکھوں ہیں میرے سر پہ احسان محبت کے

جو کچھ امیر نے دیکھا ہے محبت میں
دل صدقہ محبت کے قربان محبت کے

جب ان کے آستاں پہ نہ محشر بپا ہوا
پیشانی پہ ہمیں شوق وہ سجدہ ہی کیا ہوا

دیکھا ہے ہم نے عشق کی منزل میں جا بجا
نقش قدم پہ یار کے کعبہ جھکا ہوا

بیتاب ہم کے سر کو اٹھاتے تو لطف تھا
سجدے میں سر کو اٹھایا تو کیا ہوا

وہ دیکھو اڑ رہی ہیں گریباں کی دھجیاں
شاید ادائے ناز سے ان کا اٹھا ہوا

صد شکر میں نے در محبت میں جان دی
صد شکر ہے کہ وعدہ فردا ادا ہوا ۹

صیاد اس اسیر کی مجبوریاں نہ پوچھ
بازو ہے جس کا باب قفس سے بندھا ہوا

مر کر بھی ہم نہ نکلیں گے کوچۂ عشق سے
ہم نے امیر صابری ہے سر دیا ہوا

ان کے کوچے میں یہ پہچان ہے دیوانوں کی
دھجیاں اڑتی نظر آئیں گی گریبانوں کی

کھول دے اب در میخانہ ذرا پیر مغاں
دیکھی جاتی نہیں حالت تیرے دیوانوں کی

بے نقاب آج وہ محفل میں چلے آئے ہیں
ہو گئی آباد ہے دنیا میرے ارمانوں کی

مٹ گئے کوچے میں تیرے خاک بنے جاتے ہیں
آرزو اتنی ہے شمع تیرے پروانوں کی

مسجد و دیر و حرم کعبہ کلیسا واعظ ! ‏ یہ بھی شاخیں ہیں میرے یار کے میخانوں کی

دونوں عالم کی حقیقت ہے حقیقت اُن کی ‏ کون منزل کو سمجھے تیرے مستانوں کی

دل بھی حاضر ہے جگر جان بھی حاضر ہے امیرؔ

آج دعوت ہے میرے یار کے پیکانوں کی

تمہارے آستاں کی جلوہ آرائی نہیں جاتی ‏ جبینِ شوق سے میری جبیں سائی نہیں جاتی

امنڈ کر آ رہی ہیں مستیاں طیبہ کی جانب سے ‏ ارے واعظ شکستوں ہے اب قسم کھائی نہیں جاتی

ہزاروں خوبرو دلکش حسین آتے گئے اب تک ‏ میرے محبوب یکتا کی وہ یکتائی نہیں جاتی

لگی میں پھر لگا دی ہے لگانے والے نے ایسی ‏ یہ ایسی آگ ہے جو آپ بھڑکائی نہیں جاتی

بھلا عشق و محبت کی حقیقت کوئی کیا جانے ‏ طبیعت گر الجھ جائے تو سلجھائی نہیں جاتی

[illegible] ملتے ہی محفل میں میری کھوئی گئی دنیا ‏ تعجب ہے وہاں بھی میری تنہائی نہیں جاتی

امیرؔ صابری اس عشق میں مجھکو محبت کی

سمجھ کچھ ایسی آئی ہے جو سمجھائی نہیں جاتی

جو اُن کے در پہ سجدے ہو رہے ہیں ‏ ملاقاتوں کے وعدے ہو رہے ہیں

نہ ربِّ ارنی ہے نہ لن ترانی ‏ محبت کے تقاضے ہو رہے ہیں

میں تجھ میں اور تو مجھ میں سمایا ‏ نہ جانے کیسے پردے ہو رہے ہیں

وہ کیا لائیں نظر میں تاج شاہی ‏ جو تیرے در کے منگتے ہو رہے ہیں

سرِ محفل وہ دیکھو کون آیا ‏ جو بے پردہ یوں جلوے ہو رہے ہیں

تمہارے حسن کی شہرت بڑی ہے
ہماری بھی تو چرچے ہو رہے ہیں
بکا یوسف زلیخا نے خریدا
محبت کے یہ سودے ہو رہے ہیں
جبیں سے گئے دار پہ دیدار بدلے
یہ عشاقوں کے جلوے ہو رہے ہیں
امیرِ صابری تجھ پہ مٹے جو
تیرے بندوں کے بندے ہو رہے ہیں

جہاں پہ عشق ہے وہاں عقل کو جانا نہیں آتا
یہ وہ جا ہے جہاں سے لوٹ کر آنا نہیں آتا
جسے اس رحمتِ باری کا بہلانا نہیں آتا
جسے کہ نغمۂ توحید کا گانا نہیں آتا
مقامِ منزلِ مقصود کوئی پا نہیں سکتا
کہ جس کو اپنی ہستی سے گزر جانا نہیں آتا
یہ وہ کوچہ ہے جسمیں عقل والے لڑکھڑا کے گرتے
سمجھنا اس میں ایسا ہے کہ سمجھانا نہیں آتا
وہ کیا جانے رموزِ عشق کیا ہے کس طرح ہوگی
تیرے نقشِ قدم پہ جسکو جھک جانا نہیں آتا
چڑھائیگا وہ کیسے بادۂ عرفان کے پیمانے
جسے اک جام پی کر ہوش میں آنا نہیں آتا
امیرِ صابری اس کا سنورنا غیر ممکن ہے
جسے راہِ محبت میں بگڑ جانا نہیں آتا

ملیں تیرا جب نگاہوں سے نگاہیں
نگاہیں بن گئیں خود جلوہ گاہیں
تیری آنکھوں کی مستی کا تصرف
نظر آتی ہیں میخانے کی راہیں
بنا دیتی ہیں جو بندے سے مولا
تیرے در سے وہ ہیں تیری نگاہیں
میری نظروں کی جو کہ پتلیاں ہیں
تیرے جلووں کی ہیں وہ جلوہ گاہیں

جبینِ شوق سبھی حیا پہ جھکی ہے — تڑپتی ہیں وہ اب تک سجدہ گاہیں

میں اس شانِ تغافل پہ بھی قرباں — میں چاہتا ہوں اُن کو وہ مجھ کو نہ چاہیں

ابھی تمہید پہ میں جی رہا ہوں — کبھی تو وہ سُنیں گے میری آہیں

کسی کے حسن کی دلکش ادائیں — بنی ہیں عاشقوں کی سجدہ گاہیں

امیرؔ صابری جب سے گئیں دل
نگاہوں میں وہ پھرتی ہیں نگاہیں۔

آج ساقی کی نگاہ میں مستیوں کا جوش ہے
ساری محفل میں جسے دیکھا وہی بے ہوش ہے

نجد سے اُٹھ کر بگولے جانبِ محمل گئے
بعد مرنے کے کسی کی خاک میں یہ جوش ہے

منحصر کیا شمس و سرمد پہ ہے اور منصور پہ
عشق کے میدان میں جو ہے کفن بردوش ہے

مستیاں برسا رہی ہیں میخانے کی دیوار پہ
رنگ میں ڈوبا ہوا ہر اک بادہ نوش ہے

کیا کہوں کن مستیوں سے مست کر ڈالا مجھے
کہنے کو کہہ دوں مگر اک بات پردہ پوش ہے۔

اے امیرؔ صابری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر
اُس کے ہیں قربان جس نے کر دیا مدہوش ہے

عشق کی تفسیر ہیں یارو میری خاموشیاں
راز افشاں کر نہ دیں میرا میری بے ہوشیاں

زاہدا نہ چھیڑ مجھ کو میں خراب عشق ہوں
رنگ لائیں گی کسی دن میری بادہ نوشیاں

مدتوں سے دل میں ہے اب سامنے آ جا ذرا
حشر برپا کر رہی ہیں تیری پردہ پوشیاں

کیا کہوں کیا ناز کیا انداز دکھلائیں مجھے
تیرے صدقے میری ہستی میں تیری روپوشیاں

ایک ساغر کے عوض میں سر کو نذرانہ کریں
میکشوں کی مے پرستی میں یہ ہیں مے نوشیاں

میرے ارمانِ شہادت کی تمہیں کو لاج ہے
عشق کے کوچے میں دیکھی ہیں کفن بردوشیاں

اے امیرِ صابری خاموش ہو خاموش ہو
دار پہ چڑھوا نہ دیں تجھکو تیری پرجوشیاں

ساقی کے آستاں پہ آج رکھ کے سر نیاز دیکھ
آنکھوں کا آنکھیں ڈال کر جلوۂ بے نیاز دیکھ

دعوئ عشق ہے اگر مٹ جا تلاش یار میں
چشمِ حقیقت آشنا مجھ میں جو ہے راز دیکھ

صدقہ نگاہِ ناز کا بھیک ہمیں بھی ہو عطا
کیجیے کرم کرم نواز دستِ طلب دراز دیکھ
در پہ تیرے لگا ہوا مستوں کا آج جمگھٹا
ساقیٔ بے نیاز دیکھ ساقیٔ دلنواز دیکھ
کون ہے آج پی رہا اور پلا رہا ہے کون
عالم بے خودی ہے یوں کس کو ہے امتیاز دیکھ
پردے تصوّرات کے اُٹھتے ہی اُن کی بزم میں
ہوش و حواس و جان و دل کر دیئے وقفِ ناز دیکھ
میرے اکبرِ صابری صدقے ہوئی ہے کائنات
آج حریمِ ناز میں صابر پیا کے ناز دیکھ

۹

پینا تو یہ ہے آنکھوں سے آنکھیں ملا کے پی
آنکھوں میں اپنے شیخ کا نقشہ جما کے پی
سنتے ہیں رند ہوتے تکلف سے بے نیاز
ساغر کو توڑ منہ سے صراحی لگا کے پی
توہینِ بادہ نوشی ہے جو چھپ کے تو پیے
قانونِ میکشی کے مخالف نہ جا کے پی
کیا رنگ لائیگی یہ تیری شانِ میکشی
اپنی نظر کسی کی نظر سے ملا کے پی

دیکھے گا ذرّے ذرّے میں تو جلوہ گر اُسے
ایسی تصوّرات کی دنیا بسا کے پی

سجدے سجود چھوڑ دے ساقی کا نام لے
زاہد تو پارسائی کے جھگڑے مٹا کے پی

ساقیِ بے نیاز کے صدقے سے اے امیرؔ
جامِ شراب مانتا ہے سر کو جھکا کے پی

کیوں عشق کے دعویدار نے جب ضبط کا یارا ہو نہ سکا
اس زندے سنور کا ہم سے اک لمحہ نظارا ہو نہ سکا

سب ہوش و حواس و عقل و خرد کھو بیٹھے ہیں تیرے کوچے میں
جس دل پہ ہمیں نازاں تھا بہت وہ دل بھی ہمارا ہو نہ سکا

یہ اوجِ عنایت لطف و کرم سرکار نے قدموں میں رکھا
دنیا نے نظر انداز کیا آقا سے گوارا ہو نہ سکا

طوفاں کے تھپیڑے کیا کہہ کہ کشتی تھی بھنور میں ڈوب چلی
اک یاد تیری نے کام کیا ورنہ کوئی سہارا ہو نہ سکا

کوہِ طور بھی جل کر خاک ہوا چمکی جو ضیائے حسنِ نبی
موسیٰ سے تو تا آج تلک ارنی کا دوبارہ ہو نہ سکا

تجھ کو ہو مبارک اے واعظ کعبہ کی زیارت لاکھ دفعہ
جس بت کی بدولت کفر ملا اُس بت سے کنارا ہو نہ سکا

آخر کو امیر صابری نے چھٹی پہ تیرے ملنے کے لئے
مرنے کے سوا چوکھٹ پہ تیری اور کوئی بھی چارا ہو نہ سکا

عشق میں عشق کے بندوں کو پریشاں دیکھا
جس کو بھی دیکھا اسے چاک گریباں دیکھا
آ کے سینے میں جہاں بیٹھ گیا بیٹھ گیا
ایسا آرام طلب آپ کا پیکاں دیکھا
کیا کہوں کیسی پلائی میرے ساقی نے مجھے
ذرّہ ذرّہ میں عیاں جلوۂ جاناں دیکھا
اللہ اللہ رے میرے عشق کی منزل کا عروج
قیس و فرہاد کو انگشت بدنداں دیکھا
اے مسیحا نہیں درکار مسیحائی تیری
دلِ پُر درد کو ہی درد کا درماں دیکھا
مسجد و دیر و صنم خانہ کلیسا چھوڑے
میں نے اس دل میں ہی نقشۂ رخِ جاناں دیکھا
بت پرستی ہے میری عین عبادت اے امیر
بخدا میں نے اسی کفر میں ایماں دیکھا

پلادے ساقیا ایسی کہ ہوش آ نہ سکے
پڑا رہوں تیرے در پہ کوئی اٹھا نہ سکے

جو مٹنے والے تھے وہ مٹ گئے اداؤں پہ
نقابِ ناز وہ رُخ سے ذرا اُٹھا نہ سکے

تجلّیِ رخِ پُرنور دیکھنے کے لئے
کلیم طور پہ اک لمحہ تاب لا نہ سکے

ملی ہیں بزم میں آنکھیں چھپا کی آنکھوں سے
چھپائی لاکھ محبت مگر چھپا نہ سکے

وہ آئے بھی تو وہ آئے نزع کے عالم میں
ہم اپنا حالِ اشاروں سے بھی بتا نہ سکے

ترے نصیب کہاں حسنِ یار کے جلوے
حجاب پہلے ہستیِ موہوم کو مٹا نہ سکے

امیرِ صابری جن کو نشانِ یار ملا
قسم خدا کی وہ اپنا نشان پا نہ سکے

تمہارے در پہ اگر جان ماہ او نکلے
جبینِ شوق کے سجدوں کی آرزو نکلے

ہزاروں دل ہیں بنے نقش راہ میں تیری
کہ جس طرف سے بھی بن ٹھن کے یار تو نکلے

تمہارے کوچے سے نکلے تو نکلے مر کر کے
خدا کا شکر ہے ہو کر کے سرخرو نکلے

خدا کرے کہیں دیدارِ یار ہو جائے
حرم سے دیر میں کرتے یہ جستجو نکلے

امیرِ صابری میخانے سے اذاں سن کر
شرابِ ناب سے کرتے ہوئے وضو نکلے

شفق میں تیغ اُن کی جس آن نکلتی ہے
وہ عاشقوں کی کر سے پہچان نکلتی ہے

اِن عشق کے بندوں کی جب جان نکلتی ہے
بس تیرے تصور میں اے جان نکلتی ہے

فرقت میں میرے دل سے جو آہ نکلتی ہے
وہ بن کے تیرے جاناں پیکاں نکلتی ہے

نہ چھیڑ مجھے زاہد میں پھونک کے رکھ دونگا
ہر آہ میری بن کر طوفان نکلتی ہے

اِس مصحفِ عارض میں وہ شان نظر آئی
ہر شان میں وہ شانِ قرآن نکلتی ہے

گیسو ہیں بکھرے ایسے اُن کے رُخِ انور پہ
بادِ صبا بھی ہو کر حیران نکلتی ہے

جانِ امیر دیکھو اب عالمِ نزع میں
سرکار پہ ہونے کو قربان نکلتی ہے

تیرے جلووں سے ہے وہ کون جو بے ہوش نہیں
طور والوں کو بھی آئی ابھی تک ہوش نہیں

منزلِ عشق میں ہر گام پہ دیکھا دیکھا
وہ نہیں دید کے قابل جو کفن پوش نہیں

جام پہ جام دئے ہو مجھے منصور نہ جان
جو بہک جائیگا پی کر میں وہ مینوش نہیں

عالمِ ہستی میں دیکھا ہے یہ آکر میں نے
تیرے مستوں کے سوا کوئی بھی ذی ہوش نہیں

میں وہ مجرم ہوں کہ جو رحم کے قابل ہی نہیں
تیرے قربان کوئی تجھ سا خطا پوش نہیں

ماتم زدۂ محبت میں ہے ڈوبا بیٹھا
بخدا ہے وجہ کعبہ بھی سیاہ پوش نہیں

یہ کسی مست نگاہوں کا تصرف ہے امیرؔ
آج محفل میں جسے دیکھا اسے ہوش نہیں

ہر آنکھ میں تیرا جلوہ ہے ہر دل میں سرور و مستی ہے
بس قابلِ سجدہ میرے لئے سرکار تمہاری ہستی ہے

ہر ناز پہ مٹتے جاتے ہیں انداز پہ مٹتے جاتے ہیں
اے شمع تیرے پروانوں کی یہ جان بھی کتنی سستی ہے

جس سمت گزرتے جاتے ہیں ہر گام پہ کعبے بنتے ہیں
ساقی کے نرالے مستوں میں کچھ ایسی نرالی مستی ہے

میخانے کے دیوار و در پہ مستی منڈلاتی پھرتی ہے
ہر مست کی آنکھوں سے دیکھو کہ تہ کی شراب برستی ہے

اس عشق کے کوچے میں ہم نے ہر گام پہ دیکھا دیکھا ہے
جو عشق کے بندے ہیں اُن کی دنیا سے نرالی بستی ہے

جس جا پہ امیرؔ صابری کی جھکتی ہے جبینِ شوق وہیں
سب عرش کے رہنے والوں کی سجدوں کو جبیں ترستی ہے

منزلِ عشق میں جسے لذتِ بیکلی نہیں!
سچ تو یہ ہے کہ زندگی عشق کی زندگی نہیں

اُس کی نماز ہی نہیں اُس کا سلام ہی نہیں
نقشِ قدم پہ یار کے جس کی جبیں جھکی نہیں

جو نہ گیا ہو سر بکف عشق کی بارگاہ میں
دعوے سے کہہ رہا ہوں میں دعویٔ عاشقی نہیں

قابلِ بندگی کہاں قابلِ بندگی کہاں
بندے کا بندہ ہو نہ جو قابلِ بندگی نہیں

آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے چشم زدن میں وہ حسیں
دل کو چرا کے لے گیا جس کا جواب ہی نہیں

مٹ جا کسی کے عشق میں تیرا مقام ہے یہی
عشق کی بارگاہ میں جلووں کی کچھ کمی نہیں

مانا کہ مٹ گیا ہوں میں پہنچ کے کوئے یار میں
لیکن امیرِ صابری حسرتِ دل مٹی نہیں

تیرے قدموں میں لٹوں پٹنے میں مجھکو ڈر نہیں
بات تو یہ ہے تیری چوکھٹ کے قابل سر نہیں

ہوں میں محتاجِ کرم آقا کرم فرمائیے
مانگنے والوں میں مجھ جیسا کوئی بے پر نہیں

جائیں تو جائیں کہاں قدموں کو تیرے چھوڑ کر
آستاں سے آپکے کوئی آستاں بڑھ کر نہیں

کیا کہوں ساقی نے کیا مستی بلا بخشی مجھے
جبکہ ہاتھوں میں صراحی مینا و ساغر نہیں

تیرے صدقے یہ تیرے لطف و کرم کی شان ہے
دونوں عالم میں تمہارا کوئی بھی ہمسر نہیں

دیر میں کعبہ کلیسا میں صنم خانے میں دیکھ
کونسی جا ہے جہاں پہ یار جلوہ گر نہیں

آپ کے ٹکڑوں کا منگتا ہے امیر صابری
جائے اس در سے کہاں اور کوئی اسکو در نہیں

جب سے لگی ہے آنکھ بھی میری لگی نہیں
یہ آتش فراق ہے رہتی دبی نہیں

وہ جانے کیا ہیں دردِ محبت کی لذتیں
جسکو تیری نگاہ کی برچھی لگی نہیں

کرتا ہوں ایسے میں نے جیب و گریباں کی دھجیاں
جوشِ جنونِ عشق ہے دیوانگی نہیں

رکھنا قدم سنبھال کر نہ آشنائے راز
کوچۂ عشق ہے یہ کوئی دل لگی نہیں

اسکی نمازِ عشق کا سجدہ نہیں قبول
جسکی جبیں حضور کے در پہ جھکی نہیں

ہو جائے اسکی نظرِ عنایت تیری طرف
پھر تو امیر صابری کوئی کمی نہیں

محبت میں واللہ حیرانیاں ہیں
ہاں حیرانیاں ہیں پریشانیاں ہیں

کسی کا ہے تیر نظر دل میں بیٹھا
دل و جاں جگہ جس کی مہمانیاں ہیں

کوئی سر ہتھیلی پہ رکھے ہوئے ہے
عجب کوئے جاناں میں قربانیاں ہیں

مری خاک بعد فنا اڑ رہی ہے
کہاں تک خدا جانے ویرانیاں ہیں

در میکدہ پہ ہے مستوں کا جمگھٹ
کیا تیرے جاناں دربانیاں ہیں

گدائی ملے کوئے جاناں کی مجھ کو
یہ ہی تخت و تاج اور سلطانیاں ہیں

ہیں اقلیم ہفت سے واللہ بڑھ کر
امیران کے در کی جو دربانیاں ہیں

زمانے کی زوال ہمارا خدا ہے
جدھر دیکھو ادھر جلوہ نما ہے

اسے کہتے ہیں تصویر تصور
مجھے اب آپ پہ تصور کا ہوا ہے

سمجھنے سے نہ سمجھانے سے آئے
محبت کا عجب کچھ ماجرا ہے

گھٹائیں جھومتی ہیں میکدے پہ
بس اب پینے پلانے کا مزا ہے

جسے دنیا ہلال عید سمجھے
حقیقت میں وہ تیرا نقش پا ہے

اٹھنڈے کر شتیاں عید سے آئیں
کسی میخوار کی یہ بھی دعا ہے

عجب بن ٹھن کے نکلے ہیں وہ گھر سے
دل ناداں تیرا حافظ خدا ہے

کسی کو ناز زہد و اتقا پہ
مجھے تیرے کرم کا آسرا ہے

امیر صابری کا ان کے در پہ
نماز عشق کا سجدہ ادا ہے

محبت مکاں ہے محبت مکیں ہے
یہی میری دنیا یہی میرا دیں ہے

یہ باغِ ارم سے بھی بڑھ کر حسیں ہے
ترا کوچہ اے جاں عرشِ بریں ہے

میری ہر نگاہ نے ہے ہر سمت دیکھا
دو عالم میں کوئی نہ تجھ سا حسیں ہے

فضا بار ہر سو ہے تاروں کی دنیا
چلے آؤ ایسے میں کوئی نہیں ہے

یہ ان کی عنایت یہ ان کا کرم ہے
میں ہوں دور جتنا وہ اتنا قریں ہے

محبت کے سجدوں میں جبلِ خدا ہے
یہ مستی میں مستوں کی گاتی جبیں ہے

کبھی تو خدارا اُٹھا دیجے چلمن
یہ مانا تو ہی یار پردہ نشیں ہے

ہیں شرمندہ شمس و قمر تیرے آگے
تو وہ ہے حسیں اور تو وہ مہ جبیں ہے

امیرِ حزیں کوئی مانے نہ مانے
میرا کعبہ بس تیرا روئے مبیں ہے

۹

چھوڑ واعظ نہ پارسائی کر
در پہ ساقی کے جبّہ سائی کر

وقتِ نزع وہ سامنے آئے
روح نکل کر تو پیشوائی کر!

منزلِ یار کا پتہ پاؤں
دردِ دل اُٹھ تو رہنمائی کر

بحرِ طوفاں میں گھر گئی کشتی
ناخدا بن کے ناخدائی کر

ہاتھ آئے گی دولتِ کونین!
کوئے جاناں کی بس گدائی کر

جان جائے تو اُن کے قدموں میں
میری بختِ رسا رسائی کر

بیٹھ کر اُن کی رہ گزر میں امیر
اپنی پلکوں سے تو صفائی کر

نگاہِ تیر سے بیشک اُڑا دے دھجیاں میری
تیری آنکھوں میں ہے پنہاں حیاتِ جاوداں میری

یہ ہی اُمید لیکے ایک مدت سے بھٹکتا ہوں
سنے میری زبانی کوئی مجھ سے داستاں میری

تصور میں میرے اس وقت کوئی آ گیا اللہ
نزع میں دے رہیں مجھکو خبر یہ ہچکیاں میری

شبِ ظلمت کے بھٹکوں کو فقط رستہ دکھا دیجو
بصیرت لیگیا مجھ سے چراغِ کارواں میری

کہوں کس شان سے میں عرصۂ محشر میں آیا ہوں
ہیں میرے آگے آگے دیکھ لو رسوائیاں میری

کسی کے عشق نے مجھکو مٹا کر خاک کر ڈالا
خدا کے واسطے سن لے غبارِ کارواں میری

امیرِ صابری کو پھر کمی کس بات کی ہوگی
رسائی آپ کے در تک اگر ہو مہرباں میری

رُخ سے نقاب اٹھا کے وہ جلوہ دکھا کے چل دئے
ہائے میری اُمید کی دنیا مٹا کے چل دئے

کس کس ادا و ناز سے بزم میں آ کے چل دئے
ہر ایک قدم پہ دیکھئے محشر دکھا کے چل دئے

بیٹھا تھا اُن کی راہ میں شاید نگاہِ لطف ہو
ایسا میں بدنصیب ہوں دامن بچا کے چل دیئے

آئے تھے اُن کی بزم میں لیکے ہزار حسرتیں
دیکھا جو اُن کی شان کو سب کچھ لٹا کے چل دیئے

اُن کے کرم کی شان یہ دیکھا جسے اُسے وہیں
ایک نگاہِ ناز سے اپنا بنا کے چل دیئے

دیکھا ہے زاہدوں کو آج پیرِ مغاں کے پاؤں پہ
کعبہ مسجد کے دم بدم سر کو جھکا کے چل دیئے

مجھکو انہیں کی ہے تلاشِ خواب میں ہی ملیں وہ کاش
جو کہ امیرِ صابری بندہ بنا کے چل دیئے

۸

اب مجھے عشق کی پہچان ہوئی جاتی ہے
زندگی بے سر و ساماں ہوئی جاتی ہے

بزم حیران ہے حیران ہوئی جاتی ہے
ہر نگاہ تیری خمستاں ہوئی جاتی ہے

یہ تیری مست نگاہوں کا اثر ہے ساقی
ہر نگاہ صاحبِ عرفاں ہوئی جاتی ہے

آ جا اِس نور کے پردوں سے نکل کر آ جا
دید تیری میرا ایماں ہوئی جاتی ہے

دل تو پہلے ہی تیرے حسن کا دیوانہ ہے
جانِ جاں جان بھی قربان ہوئی جاتی ہے
ہائے کس ناز سے دامن کو بچا کر نکلے !
آج دنیا میری ویران ہوئی جاتی ہے
آج کس ناز سے بن ٹھن کے وہ نکلے گھر سے
ہر ادا زیست کا سامان ہوئی جاتی ہے
آکے سینے میں جہاں بیٹھ گئی بیٹھ گئی
ہر نگاہ یار کی پیکاں ہوئی جاتی ہے
تیرے جلووں کا بھکاری ہے پجاری ہے اسیرؔ
بت پرستوں میں عجب شان ہوئی جاتی ہے

عجب ہے جانِ جاں انداز تیرا — ہے ہر ذرّہ میں پنہاں راز تیرا
جو دیکھا طور پہ موسیٰ نے جاکر — وہ تھا حسنِ سراپا ناز تیرا
زلیخا کو کیا جس نے پریشاں — تیرے صدقے وہ تھا اک ناز تیرا
تیری شانِ تغافل پہ ہے صدقے — دل و جاں ہے شہیدِ ناز تیرا
ہزاروں نیم جاں اور لاکھوں بسمل — اثر ہے یہ نگاہِ ناز تیرا
کسی کی نذر میں سر نذر کر دے — محبت میں یہ ہو آغاز تیرا
جہاں چاہے وہاں کعبہ بنا لے — یہ جذبہ ہے جبینِ ناز تیرا
تو مجھ میں ، اور میں تجھ میں سمایا — تو میرا ، اور میں ہوں راز تیرا

ہے زاہد کو عبادت پہ بھروسہ
امیر صابری کو ناز تیرا

سب حسرتوں کا خون کیے جا رہا ہوں میں
اے عشق تیرا ساتھ دیے جا رہا ہوں میں

مرنے کا کیا میں مر بھی چکا ہوں ہزار بار
اک تیری یاد ہے کہ جیے جا رہا ہوں میں

جن کی نگاہِ ناز نے برباد کر دیا
پھر بھی اسی کو یاد کیے جا رہا ہوں میں

مجھ کو رہی نہ ساغر و مینا کی آرزو
آنکھیں پلا رہی ہیں پیے جا رہا ہوں میں

اس بارگاہِ عشق میں جانا تو دیکھیے
ان کی نظر میں سر کو لیے جا رہا ہوں میں

کعبے میں بیٹھ کر کہیں دیر و حرم میں وہ
جیسے پلا رہے ہیں پیے جا رہا ہوں میں

تنہا نہیں میں ملک عدم کو چلا امیر
دل میں کسی کی یاد لیے جا رہا ہوں میں

نظر سے بادۂ عرفاں پلائے جاتے ہیں ساغر پہ ساغر

میری بستی کا عالم دیکھنے کو
فرشتے عرش سے آئے زمیں پر

لبِ واعظ چھوڑ دے جنت کے قصے
کبھی تو یار کی باتیں بیاں کر

نہیں بندہ نوازی کی قسم ہے
کرم بیمار پہ کیجے بندہ پرور

ہتھیلی پر لئے سر جانِ عالم
کھڑے ہیں لاکھوں تیری رہگذر پر

تجھے محفل میں لوٹا حسن ادا سے
کھنچا جاتا ہے آنکھوں میں وہ منظر

وہ بے پردہ نظر پھر آرہے ہیں
بپا ہونے کو پھر شورِ محشر

میں جس چوکھٹ کا منگتا ہوں یہاں پر
نظر آتا ہے ہیچ تختِ سکندر

ہے تیرے واسطے کعبے کا کعبہ
امیرِ صابری پیرانِ کلیر

نگاہوں میں بھری وہ شوخیاں ہیں
زدِ ہستی ہر ادا میں بجلیاں ہیں

تبسم نے کی ان کے دے رہی ہیں
نزع میں آرہی جو ہچکیاں ہیں

میرا ایمان لوٹے جا رہی ہیں
یہ کس کافر ادا کی شوخیاں ہیں

وہ اس انداز سے پردے سے نکلے
کہ چھائیں ہر طرف رعنائیاں ہیں

خدا رکھے سلامت دردِ الفت
بڑی راحت فضا تنہائیاں ہیں

میں اس انداز سے محشر میں آیا
تیرے آگے میری رسوائیاں ہیں

تصور میں ہوئے وہ جلوہ افگن
نظر میں کوندتی پھر بجلیاں ہیں

امیرِ صابری پر پیارے خواجہ
بہت آقا کرم فرمائیاں ہیں

آپ آئے نہ داد خواہی کو — راستے ڈھونڈتے ہیں راہی کو

جان پر بن گئی شبِ لیلیٰ — پہنچے میری داد خواہی کو

جو ترے در کے ہو گئے آقا — کیا سمجھتے ہیں بادشاہی کو

تیرے مستوں کے پاؤں میں دیکھا — تختِ شاہی کو کج کلاہی کو

دل گیا صبر و طاقت بھی جان بھی — ڈھونڈتا ہوں اُدھر کے راہی کو

ٹھوکروں سے تمہارے دیوانے — روندتے تخت و تاجِ شاہی کو

یار پہلو میں تھا نہ دیکھا امیرؔ
کیا کہوں اپنی کم نگاہی کو

گیسوؤں کے نقاب میں مارا تھا — کس ادا سے جناب نے مارا

وہ کئی بار بے حجاب آئے — مجھ کو میرے حجاب نے مارا

زاہدوں کو خیالِ جنت نے — میکشوں کو شراب نے مارا

جاؤں کعبہ یا سوئے بت خانہ — بس اسی پیچ و تاب نے مارا

ہے کہیں بادشاہ فقیر کہیں — یار کے انقلاب نے مارا

اپنی مستی میں غرق کر کے مجھے — ایک مستِ شراب نے مارا

پاس وہ کہ نظر نہیں آتا — ہائے اس اضطراب نے مارا

لاکھوں میں دل امیرؔ کا چھینا!
تیرے اس انتخاب نے مارا!

شکستہ ہستی کا ٹوٹا ہوا سا ساز ہوں میں
جسے نہ سن سکو وہ دکھ بھری آواز ہوں میں

سنبھل کے طور پہ آنا کلیم دل سن لے
تجھے خبر بھی ہے کس کی نگاہ ناز ہوں میں

کسی کے مجھکو تصور نے کر دیا ظاہر
کہ خود آئینہ ہوں اور خود آئینہ ساز ہوں میں

خدا کے واسطے رخ سے نقاب اُٹھا دیجے
تیرے نیاز سے عادتاً سے بے نیاز ہوں میں

تلاش کیا میری ہستی کی کر سکے کوئی
کہ راز دار حقیقت کا ایک راز ہوں میں

جہاں پہ قدسی بھی سر کو جھکائے بیٹھے ہیں
قسم خدا کی وہی آستان ناز ہوں میں

امیر صابری خواہش نہیں مسیحا کی!
کہ اپنے درد کا خود آپ چارہ ساز ہوں میں

ساقی پلا دے اب تو جو کچھ بچی کھچی ہے
پنہاں تیری نگاہ میں مستوں کی زندگی ہے

تیرے ہی ہاتھ سے اب پینے کی ٹھان لی ہے
ایسی لگی ہوئی ہے جو نہ کہیں بجھتی ہے

تیری ادا پہ مرنا تیری رضا پہ جینا
اپنی خوشی وہی ہے جو یار کی خوشی ہے

اس رازِ بندگی سے تو آشنا نہیں ہے
یہ بندہ پروری بھی بندے کی بندگی ہے

سازِ حیات ساقی اک بار چھیڑ دے پھر
میری خودی کا نغمہ محتاجِ بے خودی ہے

مستی میں جھوم کر یوں سجدے پکارتے ہیں
جس جا جبیں جھکی ہے وہاں ختمِ بندگی ہے

پینے کا تب مزا ہے بیت الحرام پی تو
چھُپ کر اثیرؔ پینا توہینِ میکشی ہے

تمام بزم ہی مستِ شراب ہو کے رہی
نگاہِ ناز تیری کامیاب ہو کے رہی

دعا یہ مستوں کی کیا خوب رنگ لائی ہے
گھری جو بوند گھٹا سے شراب ہو کے رہی

چھپائی لاکھ محبت مگر وہ چھپ نہ سکی
وہ بے نقاب تھے پر بے حجاب ہو کے رہی

کسی کے عشق میں جل جل کے خاک ہو کے رہی
دلِ خراب کی دنیا خراب ہو کے رہی

نمازِ عشق کے سجدوں کے واسطے دیکھو
جبینِ شوق میری انتخاب ہو کے رہی
چھپی ہوئی تھی جو سترّ ہزاروں پردوں میں
وہ شان دیکھ لو اب بے نقاب ہو کے رہی
جو اُن کے جلووں کی چمکی ہے اک کرن بھی کہیں
امیرِ صابری وہ آفتاب ہو کے رہی

کیا کہوں کیا دیکھا اُن کا روئے تاباں دیکھ کر
بن گئے تصویر ہم تصویرِ جاناں دیکھ کر
آج اپنے آپ پر ہی ہو گیا دھوکا مجھے
اپنی ہستی میں کسی کا حسن پنہاں دیکھ کر
میکدۂ عشق میں مستوں کی مدہوشی نہ پوچھ
توڑ دی زاہد نے توبہ بزمِ رنداں دیکھ کر
تجھکو اور جنت کو تیری کیا سمجھتے ہیں بھلا
خلد نہ دیکھیں گے ہم کوچۂ جاناں دیکھ کر
تھیں بھی انگشت بدنداں ہے دیکھو حشر میں
میرے ارمانوں کی دنیا کو وہ ویراں دیکھ کر
کیا کہوں کیا لیکے میں پہنچا ہوں اُن کی بزم میں
وہ پریشاں ہو گئے مجھکو پریشاں دیکھ کر

ہو گئے لاکھوں ہی دامن چاک اسیرؔ صاحب کا
بزمِ جاناں میں میرا چاکِ گریباں دیکھ کر

نقابِ قلب و جگر اُٹھائیں حجابِ عقل و خرد اُٹھائیں
جو دل کی محفل میں جلوہ گر ہے اُسے نظر کے قریب لائیں
یہ آرزو ہے کہ ہر قدم پہ حقیقتوں میں ایسے مقام آئیں
سنور سنور کے بگڑتے جائیں بگڑ بگڑ کے سنورتے جائیں
بس آج ایسی پلا دے ساقی یوں مست و بے خود بنا دے ساقی
ادا کریں جب نماز اپنی نہ خود جھکیں اور نہ سر جھکائیں
تصورِ حسن میں ہوئے گم تمہارا نقشہ جما جما کر!
۸ جو تجھ کو کھوئیں تو خود کو پائیں جو خود کو کھوئیں تو تجھ کو پائیں
تیری ادائیں کرشمہ سازی تیری نگاہ میں ہے بے نیازی
جسے بھی چاہیں بنائیں اپنا تمہاری دلکش حسین ادائیں
اب ہاتھ سے چھٹ گیا ہے لنگر عجیب پیشِ نظر ہے منظر
تلاطمِ موجِ غم کے مارے قریبِ ساحل نہ ڈوب جائیں
اسیرؔ دیر و حرم میں جا کر دوئی کے پردے اُٹھا اُٹھا کر
جہاں بھی دیکھیں تمہیں کو دیکھیں جہاں بھی پائیں تمہیں کو پائیں

ہجر میں غم اٹھتا ہے طوفاں کبھی کبھی
ہوتا ہے گویا حشر کا ساماں کبھی کبھی

طے ہوتی ہیں سب عشق و محبت کی منزلیں
ہوتا ہوں جب میں رونق زنداں کبھی کبھی

اپنی زکاتِ حسن کے صدقے میں جانِ جاں
پھینکو نگاہِ ناز کا پیکاں کبھی کبھی

سوجاں سے ایسے دردِ محبت پہ ہوں نثار
جو ہو شبِ فراق میں مہماں کبھی کبھی

ہوشِ جنونِ عشق کی نیرنگیاں نہ پوچھ
ہنستے ہیں مجھ پہ جیب و گریباں کبھی کبھی

میرا امیر صابری ہے جج اکبری
ہو جائے کچھ جلوۂ جاناں کبھی کبھی

نقاب رخ سے اٹھ کر اٹھانے والے نے
لگی میں اور لگا دی لگانے والے نے

پلائی آج کچھ ایسی پلانے والے نے
بگڑ گئی تھی بنا دی بنانے والے نے

بہار کیف کی رنگینیوں کو دیکھ وہیں
ہے توبہ توڑ دی کعبے میں جانے والے نے

تیری نگاہ نے رندوں کی آبرو دیکھ لی
کہا حرم سے میخانے میں آنے والے نے
خرد جو سوئی تو جوشِ جنوں بھڑک اٹھا
اڑائیں دھجیاں اپنی اڑانے والے نے
نشانِ قبر بھی اپنا کہیں نہیں ملتا!
شایا خوب ہے مجھ کو ستانے والے نے
امیرِ صابری اک حشر کر دیا برپا
تصورات کی دنیا میں آنے والے نے

نگاہِ ساقیٔ کوثر سے جو نگاہ ملے
غمِ حیات سے کیوں نہ اُسے پناہ ملے
تلاشِ یار میں دل کا یہی تقاضا ہے
کہ وہ ملیں نہ ملیں آرزو کی گرد راہ ملے
نبیرے تنفیر ملے مجھ کو صاحبِ لولاک
تیری گلی میں گدا بن کے بادشاہ ملے
کسی کے عفو کا سارا بھرم ہی کھل جائے
جہاں میں مجھ کو اگر فرصتِ گناہ ملے
جنوں نے دشتِ بداماں ازل سے رکھا ہے
پناہ ڈھونڈنے والوں کو اب پناہ ملے

نگاہِ کرم کے ملتے ہی مل جائے دولتِ کونین
نگاہ والوں سے جس کی کہیں نگاہ ملے
تمام حال دلِ ناتواں کا کہنے کو
امیرِ صابری کو صابر کی بارگاہ ملے

تیرے آستانے کو جی چاہتا ہے
کہیں بھی نہ جانے کو جی چاہتا ہے
بہت روز طوفاں کی موجوں سے کھیلے
بس اب ڈوب جانے کو جی چاہتا ہے
کئے جس نے دل اور جگر پہلے زخمی
وہی تیر کھانے کو جی چاہتا ہے
وہ مانیں گے جیسے منائیں گے اُن کو
اُنہیں اب منانے کو جی چاہتا ہے
دہائی ہے اے تاجدارِ مدینہ!
تیرے پاس آنے کو جی چاہتا ہے
مٹانے میں میرے تمہیں گر خوشی ہے
مٹا دو مٹانے کو جی چاہتا ہے
جہاں جلوہ گر ہیں محمد کے جلوے
وہاں آنے جانے کو جی چاہتا ہے

بہت دور دکھا ہے چشمِ کرم سے
بہت پاس آنے کو جی چاہتا ہے
امیرؔ عمر گذری ہے غم کھاتے کھاتے
بس اب زہر کھانے کو جی چاہتا ہے

مچی ہے دھوم جہاں میں اُس آستانے کی
اگرچہ دیر ہے تو دیر ہاتھ اُٹھانے کی
لگی ہے بھیڑ یوں مستوں کے آنے جانے کی
جگہ نہ ملتی ہے قدموں میں سر جھکانے کی
یہ جس خزانے کے منگتے کھڑے ہیں چوکھٹ پہ
تمہارے پاس ہے چابی اسی خزانے کی
تمہارے فیض قدم سے یہ فیض جاری ہے
کہ پوری ہوتی ہے ہر آرزو زمانے کی
تم آج حُسنِ منوّر کے اپنے جلووں سے
نقاب اُٹھا کے بدل دو فضا زمانے کی
میں سر کو رکھ کے ہتھیلی پہ آج لایا ہوں
یہ راہ نکالی ہے سرکار کو منانے کی
امیرؔ صابری مستی میں جھومتے آئے
کچھ اور ہو گئی حالت شراب خانے کی

کسی کا درد پہلو میں اٹھا ہے ۔۔۔ کہ دل پہلو سے نکلا جا رہا ہے
نگاہِ عشق کی تابشیں نہ پوچھو ۔۔۔ نقابِ حسن سرکا جا رہا ہے
وہ کس انداز سے نکلے ہیں گھر سے ۔۔۔ میری دنیا کو لوٹا جا رہا ہے
تلاطم خیز ہے بحرِ محبت ۔۔۔ دلِ بیتاب ڈوبا جا رہا ہے
پڑی ایسی نگاہ دل پہ کسی کی ۔۔۔ سنبھالے سے نہ سنبھلا جا رہا ہے
میری اس خاک کا ہر ذرہ ذرہ ۔۔۔ کسی دامن سے لپٹا جا رہا ہے
کسی کی خاص نظرِ دل کا تصرف ۔۔۔ گھٹا بن کر برستا جا رہا ہے
لٹاتے ہیں وہ عالم کے خزانے ۔۔۔ نہ خالی کوئی منگتا جا رہا ہے

امیرِ صابری کی کچھ نہ پوچھو
کسی کے غم میں مٹتا جا رہا ہے

سرزمینِ بزمِ کوچۂ جاناں تو دیکھئے!
ہے بحرِ قتلِ عاشقاں ساماں تو دیکھئے
کس کس اداء ناز سے اٹھا نقابِ حسن
لاکھوں ہوئے ہیں چاک گریباں تو دیکھئے
گر دیکھنی ہو تم نے قیامت تو آن کر
مجھ بد نصیب کی شبِ ہجراں تو دیکھئے
بس اک نگاہِ ناز سے چلمن سے جھانک لو
لے جان کوئی دم کے ہیں مہماں تو دیکھئے

برباد کر رہے ہو کئے جاؤ شوق سے
مہمان ہے کون دل میں میری جاں تو دیکھئے

لرزش میں آ گئی ہے میری کائنات آج
شاید ہوئی ہے جنبشِ مژگاں تو دیکھئے

در دیدہ نگاہوں سے نمک پاشیاں نہ کر
زخمی ہیں پہلے ہی میرے ارمان تو دیکھئے

ساقی نے آج کھول دئے میکدے کے در
بٹتی ہے بیکشو مئے عرفاں تو دیکھئے

میں نے امیرؔ صابری صاحب کے فیض سے
سب طے کئے ہیں عشق کے میداں تو دیکھئے

۹

فرازِ طور پہ یا اوجِ عرش پہ ٹھہرے
ہم آپ اپنی ہی منزل کے رہبر ٹھہرے

نقابِ حسن جو اُٹھا تو ایک محشر تھا
ہزاروں جلوؤں پہ کیسے یہ اک نظر ٹھہرے

ہزاروں خوبرو لاکھوں حسیں ہوئے لیکن
سوائے اُن کے نہ اپنی کہیں نظر ٹھہرے

علاجِ دردِ دلِ ناتواں کا ہو جائے
یہ جس کا درد ہے گر وہی چارہ گر ٹھہرے

یہ اُن کی بزم میں معجز نمائیاں دیکھیں
جو باخبر تھے یہاں آ کے بے خبر ٹھہرے
بے پردہ آج وہ پردہ نشیں نظر آئے
حریم ناز کے پردوں پہ گو نظر ٹھہرے
اثیرؔ صابری ہو جو اکبری اپنا
برائے سجدہ گہ صابر کا سنگِ در ٹھہرے

کیا تھا عشق تو کچھ حوصلے کیے ہوتے
سیے تھے ہونٹ تو آنسو بھی پی لیے ہوتے
نہ نام لیتا تو واعظ حرم کو جانے کا
کسی کے در پہ جو سجدے ادا کیے ہوتے
تمہاری آنکھوں کی مستی ہی راہبر ہوتی
شرابِ عشق کے ساغر اگر پیے ہوتے
نہ داد دی میری قسمت نے بزم ساقی میں
وگرنہ میں نے تو پیمانے بھر لیے ہوتے
کسی ادا سے بھی چلمن سے جھانک لیتے تم
تو ہر نگاہ پہ دل و جاں جگر دیے ہوتے
نگاہِ ناز کبھی اس طرف بھی فرماتے
ادا پہ مرتے ہم انداز پہ جیے ہوتے

اسیرؔ صابری صابرہ کا نام لے لے کر
یہ جیا کہ جا مٹے ہستی کے سب مٹتے ہوتے

دلِ بیتاب تو ہے کس لئے نم دیدہ نم دیدہ
وہ پردہ پوش ہیں ان کا کرم پوشیدہ پوشیدہ

یہ ممکن ہے نقابِ حسن کے پردے سرک جائیں
نگاہِ عشق کا ہے تاکنا دزدیدہ دزدیدہ

تو وہ ہے شمعِ توحید جس کے حسن کے اوپر
جسے دیکھو وہی پروانہ نادیدہ نادیدہ

ہمیں پہ ہی نہیں موقوف دعویٰ عشق کا کرنا
خدا خود کملی والے ہوا گرویدہ گرویدہ

شبِ معراج حق نے یوں کہا بخشی تیری امت
مرے محبوب تو ہے کس لئے رنجیدہ رنجیدہ

اے واعظ تو نہ کر کوشش سمجھ میں آ نہیں سکتا
یہ نکتہ عشق کا ہے کچھ عجب پیچیدہ پیچیدہ

اسیرِ صابری جانا سنبھل کر کوئے جاناں میں
وہاں پہ ہر قدم پہ مار قدم لرزیدہ لرزیدہ

نہ دیکھی شان نہ شانِ سکندری دیکھی!
گدائی دیکھی تیرے در کی قیصری دیکھی

جو باخطا ہیں یہاں بے خطا نظر آئیں
تیرے کرم میں چھپی بندہ پروری دیکھی

جسے بھی دیکھا اُسے کہہ لیا وہیں اپنا
تیری نگاہ میں جاناں یہ دلبری دیکھی

وہ ہو گئے ہیں دل و جان سے غلامِ حضور
جنہوں نے احمدِ سرور کی سروری دیکھی

انہیں تو کر دیا آزاد دونوں عالم سے
کہ جن کی سمت نگاہ ایک سرسری دیکھی

لہو کے قطروں میں جذبات ہیں اناالحق کے
یہ تیرے مستوں میں پُرکیف خودسری دیکھی

میں کیا کہوں میری آنکھوں کو کیا نظر آیا
امیرِ صابری جب شانِ صابری دیکھی

وہ تو حسن کی تصویر بنے بیٹھے ہیں — اور ہم درد کی تصویر بنے بیٹھے ہیں
یہ تیری خاص نگاہوں کا کرم ہے ساقی — عشق کی خاک ہیں اکسیر بنے بیٹھے ہیں
تیرے صدقے میں نسخ ناطقِ قرآں بنا — خطِ عارض تیرے تفسیر بنے بیٹھے ہیں
لاکھوں سر سجدوں میں نذرانے تیرے دیکھے — چشمِ زاہد ہیں کہ شمشیر بنے بیٹھے ہیں

جس کا بننا ہے فقط تیرے کرم پہ موقوف   ہم وہ بگڑی ہوئی تقدیر بنے بیٹھے ہیں

اے امیر اب تو نہیں دیکھنے کی تاب رہی
دیکھ تصویر کو تصویر بنے بیٹھے ہیں!

خلوت میں ہی جلوہ دکھلا دو قربان تیرے خلوت والے

اے پردہ نشیں پردے میں رہو شہرت نہ کریں شہرت والے

بدمست تیرے میخانے کے ہرگز نہیں اٹھ کر جانے کے

سب رنگ میں تیرے ڈوبے ہیں جتنے ہیں تیری رنگت والے

اے ابر کرم اے بحر سخا یہ تیرے کرم کا صدقہ ہے

سب تیری گلی کے منگتے ہیں دولت والے غربت والے

چلمن کو ذرا سرکا دیجئے للہ کرم فرما دیجئے - ۹

جلووں کو ترستی ہیں آنکھیں بیتاب ہوئے حسرت والے

کونین کے گوشے گوشے میں اور شمس و قمر کے ذروں میں

جن جلووں کی ہے یہ جلوہ گری وہ جلوے دکھا جلوت والے

کب تیرے اشارے سے آقا تقدیر کا لکھا مٹتا ہے

چوکھٹ پہ کھڑے بیٹھے ہیں سب ہم بگڑی ہوئی قسمت والے

ہے عرض امیر صابری کی جنت کی مجھے حاجت نہ رہی

جنت سے بڑھ کر تیری گلی آ کے کہیں جنت والے

تیرا آستاں تو آستاں تیرے نقشِ پا پہ جبیں سہی!
مجھے سجدہ کرنے سے کام ہے جو وہاں نہیں تو یہیں سہی
تیرے حسن کے جو فریفتہ تھے تو تڑپ تڑپ کے پکارتے
کبھی دل جلوں کی پکار سن ہے یہ مانا تو ہی حسیں سہی
ہے یہ ہر مکاں ہی تیرا مکاں ہے یہ ہر نشاں ہی تیرا نشاں
تو ہی جلوہ بار ہے ہر جگہ تو ہی ہر مکاں کا مکیں سہی
میں تیری تلاش میں عمر بھر پھرا دل کھاتا ٹھوکروں کو بکو
تو کہیں تو جلوہ فروز ہے تو ہی یار پردہ نشیں سہی
جو جنوں میں اپنے میں آگیا تو تجھی سے تجھ کو منائے گا
یہ نیاز مند کو ناز ہے تیرے لب پہ لاکھ نہیں سہی
یہ امیر عابدی کہہ رہا کوئی بعد دفن یوں قبر میں
تو نہیں ملا ہے تو نہ سہی تیرے کوچے کی یہ زمیں سہی

کسی کی تیغِ ادا نے قضا کا کام کیا!
ہمیں تمام کیا اپنا خوب نام کیا
نہ بچ سکے کوئی گیا مست انکھڑیوں سے تیری
نگاہِ یار مجھے بچا لے قتلِ عام کیا
جو بعد مرنے کے آئے وہ میری مرقد پہ
تو میری خاک کے ذروں نے احترام کیا۔

کیا زلیخا کو برباد حسنِ یوسف نے
تمہارے حسن نے یوسف کو بھی غلام کیا
جو بیتاب نگاہوں سے بچے وہ بچ بن گئے محبت میں
کسی کی زلف نے ایسا اسیرِ دام کیا
قسم خدا کی وہ دل عرش سے بھی ہے بڑھکر
تمہاری یاد نے جس دل میں ہے قیام کیا
امیرؔ صابری دراصل ہے زمانہ وہی
کہ جس زمانہ میں اس عشق کو امام کیا

بساطِ فرش سے تا حدِ لامکاں پہنچے!
کسی کی دھن میں کہاں سے چلے کہاں پہنچے
جہاں پہ پہنچے ہم نہ صاحبِ گماں پہنچے
تیرے فقیر کہوں کیا کیا کہاں پہنچے
تیرا خیال اڑا کر کے لے گیا مجھ کو
میرے مقام کو کب میر کارواں پہنچے
پتہ نہ چلتا ہے اپنا نہ اپنی منزل کا
خیالِ یار نہیں ڈھونڈے کہاں کہاں پہنچے
امیرؔ صابری پہنچا نہ اس جگہ کوئی!
جہاں پہ لا نہ حقیقت کے رازداں پہنچے

خمسہ بسرورِ عالم تاجدارِ مدینہ صلّی اللہ علیہ وسلّم

تیرے صدقے تیرے قربان جاؤں یا رسول اللہ
دو عالم میں نہ کوئی تم سا پاؤں یا رسول اللہ
بھلا کیوں غیر کو نظروں میں لاؤں یا رسول اللہ
تمہارا ہوں تمہارے در پہ آؤں یا رسول اللہ
کہانی خود زبانی آ سناؤں یا رسول اللہ

میری فریاد سن لو حضرتِ حسنین کا صدقہ
علیِ شیرِ خدا کے عین نور العین کا صدقہ
جنابِ فاطمہ کے خاص دل کے چین کا صدقہ
عطا مجھ کو بھی ہو کچھ دولتِ کونین کا صدقہ
کہاں تک ٹھوکریں غیروں کی کھاؤں یا رسول اللہ

تمہارے گنبدِ خضرا کی جس دم یاد آتی ہے
دل بیتاب پہ گویا قیامت اک ڈھاتی ہے
نہ ویرانے میں رہتا ہوں نہ بستی مجھکو بھاتی ہے
میرے ارمانوں کی دنیا ہوئی برباد جاتی ہے
کہاں تک ہجر کے صدمے اٹھاؤں یا رسول اللہ

مدینے جانے والے میرے دل کو تھام لیتا جا
ہوا ہے عشق میں جو کچھ میرا انجام لیتا جا
یہ منزل عشق کی ہے جو سمہ ہر گام لیتا جا
اسیر صابری کا دُکھ بھرا پیغام لیتا جا
بلاؤ تو لگی دل کی بجھاؤں یا رسول اللہ

صبا تیرا مدینے میں گذر ہو یہ کہنا ہم غریبوں پر نظر ہو
کبھی تو جلوۂ بطحا نگہ ہو میری آہوں میں یارب وہ اثر ہو
میں تڑپوں تو محمد کو خبر ہو

وہ شانِ مصطفےٰ ہے شانِ اکرم ہوئے جاتے ہیں قرباں دونوں عالم
وہ ہیں نورِ خدا نورِ مجسم قسم حق کی وہ دل ہے عرشِ اعظم
کہ جس دل میں میرے آقا کا گھر ہو

محبت کا عجب ہے کارخانہ چھپا ہے اس میں کنزا کا خزانہ
تیرے دیوانوں کا ہے یہ ترانہ اذا ہو لیں تب نہ پہنچا نہ
تیرا در تیرے دیوانے کا سر ہو

نہ تخت و تاج و دولت کی ضرورت قسم حق کی نہ جنت کی ضرورت
میں دیوانہ ہوں وحشت کی ضرورت ہے بس ایسی عبادت کی ضرورت
تیرا جلوہ ہو تو پیشِ نظر ہو

کسی مسکین نے مستی میں دعا کی قیامت میں قیامت اک بپا کی :

رہی نہ فکر اب روزِ جزا کی　　اُدھر ہو جاتی ہے مرضی خدا کی

نگاہِ ساقیٔ کوثر جدھر ہو

بھلا اس کی محبت کا کہوں کیا　　الگ ہے دونوں عالم سے وہ رہتا

زمانہ اُسکے قدموں پر ہے جھکتا　　ہے دنیا سے نرالی اُس کی دنیا

عرب کے چاند کی جس پہ نظر ہو

یہ دل پہلو سے میرے نکلا جائے　　کہوں کیا کیا مجھے منظر دکھائے

مجھے اب ہند میں رہنا نہ بھائے　　امیرِ صابری جب موت آئے

دُعا یہ ہے مدینے کا سفر ہو

ہے قرآن مکمل عارض روشن محمدؐ کا

خدا کا عین جلوہ جلوۂ آنگن محمدؐ کا

تھا صحن آنگن کھلونا نور کا بچپن محمدؐ کا

ہے پردہ نور کا در پردہ چلمن محمدؐ کا

زمانہ کہہ گیا روشن ہوا تریخ روشن محمدؐ کا

کہوں کس نور کے سانچے میں حق نے انکو ڈھالا ہے

ہُما فیضِ قدم سے جن کے عالم میں اُجالا ہے

نہی ہے جو حلیمہ سعدیہ کا گود پالا ہے

وہ دل ہے عرش جس میں جلوہ گر وہ کملی والا ہے

وہ سینہ ہے مدینہ جس میں ہے مسکن محمدؐ کا

شرابِ شوق میں ڈوبی تمنا ساتھ لاتے ہیں
لگی ہے عاشقوں کی بھیڑ مدینے میں بستے ہیں
یہ ذوقِ میکشی ہے عرش سے قدسی بھی آتے ہیں
فرشتے رقص کرتے جھومتے مستی میں گاتے ہیں
بنا ہے میکدہ توحید کا آنگن محمد کا

کسی نے کیا کہوں کیا بھر دیا میری تمنا میں
ہزاروں حسرت و ارماں تڑپتے میری دنیا میں
تڑپتا ہوں بلکتا ہوں فراقِ شاہِ والا میں
کروں کیونکر نہ سجدہ ہر قدم پر راہِ بطحا میں
معطر ذرہ بیش ہے یہ وادیٔ امین محمد کا

تڑپتی پھر رہی ہے حسرتِ دل کو بکو میری
یہ آخر رنگ لائے گی کسی دن جستجو میری
خدا رکھے حضورِ مصطفیٰ میں آبرو میری
اسیرِ مصطفیٰ محشر میں ہے یہ آرزو میری
میرے سر پہ میرے ہاتھوں میں ہو دامن محمد کا

کسی حسن کا ایسا دبدبہ بھی نہیں ہے | کہ عکس کا یہ بطحا کا سا یہ نہیں ہے
یہ سینے پردے سے باہر پردہ نہیں ہے | ہے دعویٰ کوئی دیکھ سکتا نہیں ہے
محمد کا جلوہ تماشہ نہیں ہے

ہوئی عرش پر حبیب کہ جلوہ نمائی — تھی معراج کی شب یہ معراج پائی
خدا نے سب اپنی خدائی لٹائی — بیٹے قدسی بھی کہتے یہ نغمہ سرائی

یہ پایہ کسی نے بھی پایا نہیں ہے

کوئی دیکھے صحرا پہ جھومتا ہے — کوئی وادئ نجد میں گھومتا ہے
کوئی آنکھ ہر اک ادا پہ مٹا ہے — کسی کا ہوا تیغ سے سر جدا ہے

تجلی ہے جلووں کی جلوہ نہیں ہے

تمنا محبت کا حبشی سے پوچھو — مزا عشق کا جا کے قرنی سے پوچھو
کسی کشتۂ رامی لبی سے پوچھو — ذرا لذتِ ربِّ ارنی سے پوچھو

کہ دیکھا بھی ہے یا کہ دیکھا نہیں ہے

امیر اپنے عشق کا یہ جلوہ نہ کہنا — کہیں زید کا تو تعلق نہ کہنا
محبت کا اپنی تو چرچا نہ کرنا — خبردار ہو جلوہ جلوہ نہ کرنا

محمد کا جلوہ تماشہ نہ کہنا

کھلا پیلی نگہ میں ہے وہ خم خانہ محمد کا
ہے کعبہ بھی وضو کرنے کو میخانہ محمد کا
کہوں کن مستیوں سے پڑھ رہا ہے مستانہ محمد کا
کفن بردوش رہتا ہے جو دیوانہ محمد کا

پیا ہے عرش والوں نے بھی پیمانہ محمد کا
کلام اللہ کی تفسیر افسانہ محمد کا

ہے اندازِ کرم دیکھا جداگانہ محمدؐ کا
دو عالم میں ہے چمکا روئے تابانہ محمدؐ کا
ہے دربارِ خدا دربارِ مستانہ محمدؐ کا
محمدؐ ہیں خدا کے اور خدا خانہ محمدؐ کا۔

ہے دیکھا جس نے جلوہ بے حجابانہ محمدؐ کا
وہ دیوانوں میں دیوانہ ہے فرزانہ محمدؐ کا
لئے پھرتا ہے سر ہاتھوں پہ نذرانہ محمدؐ کا
نہیں سنتا کسی کی بھی جو دیوانہ محمدؐ کا
نشے میں چور رہتا ہے جو مستانہ محمدؐ کا

کہوں کیا رنگ لائی ہے تیرے مستوں کی مدہوشی
سبوئے کوثر سے ہے بہتر مے نوشوں کی مے نوشی
قیامت نہ بپا کر دے کہیں رندوں کی خاموشی
تیری سرکار میں لائی مجھے میری کفن پوشی
ہو میری خاک کا ہر ذرہ کاشانہ محمدؐ کا

جو ہے تقدیر میں میری نہیں بخت سکندر میں
کسی کے آستاں کے سجدے ہیں نہیں مقدر میں
جمال حسن جانانہ جلوہ گر دیکھا ہے گھر گھر میں
نجف میں کربلا بغداد میں اجمیر و کلیر
اسیر صابری ملتا ہے پیمانہ محمدؐ کا

شانِ مبارک مخدوم علیؒ احمد علاؤالدین صابرؒ

صابر نہ رہی مجھ میں اب تابِ شکیبائی
رُوح بھی میرے قالب سے سرکار نکل آئی
بھولا ہوں نہ بھولونگا وہ جلوۂ رعنائی
دیوانگی کچھ ایسی دیوانوں پہ اب چھائی

دیدار دکھا دیجے ہوجائے نہ رسوائی

دن رات تڑپتا ہوں مدت سے بھٹکتا ہوں
مخدوم علیؒ احمد سرکار کا منگتا ہوں
ارمانوں کی دنیا کی اُجڑی ہوئی دنیا ہوں
بابا فریدؒ الدین کا میں واسطہ دیتا ہوں

سرکار غریبوں کی ہوتی نہیں سنوائی

کلیر میں کھلا دیکھو وہ صابری میخانہ
سرمست کو ملتا ہے پیمانے پہ پیمانہ
پُر ہے مئے عرفاں سے ہر صابری مستانہ
نہ چھیڑ مجھے واعظ دیوانہ ہوں دیوانہ ہوں

میں حسن کا تماشہ ہوں وہ میر تماشائی

وہ تختِ سکندر کو نظروں میں کہاں لائیں

دامانِ طلب صابر در پہ تیرے پھیلائیں
اچھے بُرے جیسے ہیں ہم آپ کے کہلائیں
منگتے تیری چوکھٹ کے جائیں تو کہاں جائیں
نہ غیر کے دروازے جھولی کبھی پھیلائی

جو یاد تیری دل میں جو درد محبت ہے
مخدوم نے بخشی یہ کونین کی دولت ہے
یہ صابری نسبت ہے یہ صابری رنگت ہے
تیرا امیر صابر نہ طالب جنت ہے
یہ آپکا دیوانہ یہ آپکا شیدائی

یہ دیوانے تیرے کہوں کیا کریں گے | تیرے عشق میں خود کو رسوا کرینگے
نہ ہم دید کا کچھ تقاضا کریں گے | تڑپنے کو تا حشر تڑپا کرینگے
تم اتنا ہی کہدو کہ دیکھا کرینگے

نہ برباد ہونے کا شکوہ کرینگے | نہ ہم دردِ دل کا مداوا کرینگے
کوئی آرزو نہ تمنّا کرینگے | سرِ حشر گر ہم سے پردہ کرینگے
تو ہم حشر میں حشر برپا کرینگے

ہے وابستہ زلفِ گرہ گیر تیری | یہ دل جانتا ہے جو توقیر تیری
ہے کعبہ کلیسا میں تنویر تیری | تصوّر میں لا کہ کے تصویر تیری
ہیں بندے تیرے تجھکو پوجا کرینگے

بتاؤں تمہیں عشق کے ہیں کرشمے — نہ ہوں ضبط جوش جنوں کے یہ جذبے
کہے قیس میں اس محبت کے صدقے — یقین ہے میری خاک کے ذرے ذرے
پس مرگ بھی لیلیٰ لیلیٰ کریں گے

بھلا زاہدا کیوں تو ہم کو ستائے — کسی کو ہیں بیٹھے تصور میں لائے
محبت کی دنیا علیحدہ بسائے — امیرؔ حزیں کوئی کعبے کو جائے
در یار پہ ہم تو سجدہ کریں گے

وارفتگیٔ عشق ہی اپنا امام ہے
حاجت نہ ہے رکوع کی نہ سجدہ سلام ہے
عاشق کو دید حق کا یہاں پہ پیام ہے
چوکھٹ پہ اُن کی بیٹھ کر اُٹھنا حرام ہے
کعبہ طواف کرتا ہے یہ وہ مقام ہے
جلوۂ حسن یار تو ہر دم ہے روبرو
میں پا چکا ہوں راز فنا آئینہ تو لو!
مدت سے چھوڑ بیٹھا ہوں جھگڑے یہ ما و تو
زاہد بتا رہا ہے کیوں کعبے کی راہ تو
اپنے سوا تو غیر کو سجدہ حرام ہے
واعظ سنا رہا ہے کیا جنت کی داستاں!

چھوٹا ہے اور نہ چھوٹیگا مجھے وہ آستاں
توبہ کو توڑ تاڑ کر پی لے مئے عرفاں
ساقی کی چشم ناز میں یہ راز ہے پنہاں
بس اک نگاہِ ناز سے تمام ہے

حاصل ہوا اُسی کو محبت کا راز ہے!
دیر و حرم سے ہو گیا جو بے نیاز ہے
کانوں میں میرے وی کسی نے یہ آواز ہے
تیری امیرؔ صابری نہ ہی نماز ہے
یہ عشق جس نماز میں تیرا امام ہے

۲۸
وہی آباد ہے جو عشق میں دیوانہ ہوتا ہے
وہی ہوشیار ہے جو یار کا دیوانہ ہوتا ہے
نگاہِ ناز کا ہر تیر بے باکانہ ہوتا ہے
جو کوئی اُس شمع پہ نور کا پروانہ ہوتا ہے
تو اوّل گام پہ ہی پہلے سرندرانہ ہوتا ہے
کسی کا سر برائے دید نذرِ یار ہوتا ہے
کسی کے حسن کا سودا سر بازار ہوتا ہے
کوئی صحرا میں بن دیکھے فدائے یار ہوتا ہے
کوئی سرمست ہو کر دار پہ سردار ہوتا ہے

بھری کاری آنکھیں چوکھٹ کا کیوں کیا کیا نہ ہوتا ہے

مجھے حاصل ہوا جو کچھ ہوا ہے بت پرستی سے
تعلق میکدے سے میرا اور نہ مے پرستی سے
تلاش یار میں اے دل نکل جا دور بستی سے
کسی کے عشق میں مٹ کر گزر جا اپنی ہستی سے
یگانہ ہوتا ہے وہ خود سے جو بیگانہ ہوتا ہے

ذرا مستی بھری آنکھوں سے پھر محفل کو گرما دے
مئے توحید کو ابر کرم میں آج برسا دے
نگاہ ناز کا صدقہ کرم اتنا تو فرما دے
اسیرِ صابری کو ایسی منزل میں تو پہنچا دے
کہ جس منزل میں جا کر جلوۂ جانانہ ہوتا ہے

میں رہ سکا نہ یار کی پوجا کئے بغیر
واعظ نہ رہ سکا مجھے فتوے دیئے بغیر
مرنا قبول ہے مجھے اب جیئے بغیر
دل دے دیا ہے دید کا وعدہ لئے بغیر
بنتی نہیں ہے بات یہاں جاں دیئے بغیر
ایسا اسیر اپنے عشق کے جھگڑے میں پھیر دے
بغیر تفریق اہلسنت کے سوز دل کو چھیڑ دے

مستوں کی سمت پھر کے رخ ساغر کو پھیر دے
مستی بھری نگاہوں سے مستی بکھیر دے
ساقی نہ آج جائیں گے بیکش پیئے بغیر

ان کی ادا و ناز میں ایسا کمال ہے
جس جس کو دیکھتا ہوں وہ محوِ جمال ہے
ہر وقت ان کی یاد ہے ہر دم خیال ہے
ان کی گلی میں جوشِ جنوں کا یہ حال ہے
نکلا نہ کوئی چاک گریباں سیئے بغیر

دیکھو سرِ نیاز ہو حاصل نشانِ عشق!
کوچۂ عشق میں یہ ہے تفسیرِ رازِ عشق
منزل بہت کٹھن ہے اٹھانا یہ نازِ عشق
ہوگی امیرؔ صابری کیسے نمازِ عشق
نقشِ قدم پہ یار کے سجدہ کیئے بغیر

مدینے کی جوگن

اب لگی ہے یہی لیلا نگر جاؤں گی — تاجدارِ مدینہ کے گھر جاؤں گی
دونوں عالم کے داتا کے در جاؤں گی — اُن کی چوکھٹ پہ سر دھر کے مر جاؤں گی
اُن کے دیوانوں میں نام کر جاؤں گی

دشتِ طیبہ میں رکھوں گی جیسے قدم — لب پہ جاری رہے گا یہی دمبدم
تیرے قربان اے میرے ماہِ عجم — تیرا فرقت میں اے جانِ تیری قسم
گر یہی جان پہ جاں سے گزر جاؤں گی

یہ لگائی ہے ان کی لگی دیکھنا — جن کی خاطر میں جوگن بنی دیکھنا
پہنی کفنی گلے میں سجی دیکھنا — میری محشر میں دیوانگی دیکھنا
وہ جدھر جائیں گے میں اُدھر جاؤں گی

ہائے تقدیر مجھ سے میری پھر گئی — دونوں عالم کی نظروں سے میں گر گئی
میں کہوں کیا کہ کیسی ہوا پھر گئی — بحرِ طوفاں میں کشتی میری گھر گئی
تیری نظرِ کرم ہو تو تر جاؤں گی

ان کی کون و مکاں میں مچی دھوم ہے — شان سے جن کی جبریل محروم ہے
میں نہ پہنچی وہاں میرا مقسوم ہے — اے امیرِ حزیں مجھکو معلوم ہے
اُن کے در سے کبھی تو کدھر جاؤں گی

یا محمدؐ پیا، مورا ترسے جیا کملی والے پیا کملی والے پیا
سرورِ انبیا دلبرِ کبریا کملی والے پیا کملی والے پیا
یہ تیری رحمتیں ہیں تیری برکتیں، تیری جلوہ گری سے مٹی ظلمتیں
تو ہے شمس الضحیٰ تو ہے بدر الدجےٰ۔ کملی والے پیا کملی والے پیا
تیرا پایہ کسی نے بھی پایا نہیں | تو وہ ہے نورِ حق کا کہ سایہ نہیں
نہ خدا ہو نہ ہو تم خدا سے جدا۔ کملی والے پیا کملی والے پیا

ربِّ ارنی کہا اور رہے طور تک | ابنِ مریم رہے جا کے چوتھے فلک
تم کو عرشِ علیٰ پہ بلایا گیا۔ | کملی والے پیا۔ کملی والے پیا
تیرا کونین میں کوئی ثانی نہیں | کونسی بات حق نے جو مانی نہیں
ناز کرتی ہے خود تجھ پہ ذاتِ خدا | کملی والے پیا۔ کملی والے پیا
تیرے جلووں کے محتاج تیری قسم | نرے لیتے ہیں صدقے میں بھی دم بدم
سبز گنبد کی جالی کے پردے اٹھا | کملی والے پیا کملی والے پیا
تیرے روضے کے جلوے تجلی بھرے | عرش والے بھی ہیں محو دیتا ہوئے
کہہ رہا ہے یہ گنبد خضرا تیرا | کملی والے پیا۔ کملی والے پیا
جب کہ عرشِ بریں پہ سواری گئی | جھومتے رقص کرتے تھے قدسی بھی
دی خدا نے سبھی اپنی خدائی لٹا | کملی والے پیا۔ کملی والے پیا
دس امیرِ حزیں کی نہ ابتک سنی | اب تو در پہ بلا لو عرب کے دھنی

دیکھ لوں زندگی میں مدینہ تیرا
کملی والے پیا۔ کملی والے پیا

عبدالقادرؒ پیا وولھا بغداد کا — مورے غوث الورا غوث الورا
تم بإذنی کہا دئے مردے جلا — مورے غوث الورا غوث الورا
در پہ جو آگیا وہ نہ خالی گیا — اس کو رتبہ دیا قطب و ابدال کا
تو ہے نظرِ عطا تو ہے بحرِ سخا — مورے غوث الورا مورے غوث الورا
آپ ہیں زینتِ محفلِ پنجتن — آپ کے دم سے پھولا پھلا یہ چمن
صورتِ مرتضیٰؑ سیرتِ مصطفیٰؐ — مورے غوث الورا مورے غوث الورا
سن لو فریاد اب صدقہ حسینؑ کا — تمہیں دوں واسطہ قرۃ العین کا
تو ہے حاجت روا تو ہے مشکل کشا — مورے غوث الورا مورے غوث الورا
تیرے روضے پہ رحمت برستی رہے — عرش والوں کی دنیا ترستی رہے
تیرا بغداد نقشہ ہے عرشِ علیٰ — مورے غوث الورا مورے غوث الورا
اس امیرِ حزیں کو کوئی غم نہیں — خلد میں جائے گا بے خطر بالیقین

دل میں گھر کر گیا لاتخف جو کہا
مورے غوث الورا مورے غوث الورا

رخ سے پردہ اٹھا تو دل کی بجھا — مورے صابر پیا مورے صابر پیا
جب سے کلیر چھٹا ہجر میں مر مٹا — مورے صابر پیا مورے صابر پیا
تیرے قربان لے میرے مخدوم علیؒ — تو ہے آلِ نبیؐ تو اولادِ علیؓ
تو شہ کربلا تو ہے شیرِ خدا — مورے صابر پیا مورے صابر پیا
ٹھوکریں کھاتا کب تک پھروں دربدر — اب تو کیجے خدارا کرم کی نظر

تمہیں گنج شکرؒ کا ہیں دو دن نا سطہ
مورے صابر پیا مورے صابر پیا
مدتوں کی لگی یہ بجھانی ہے آج
تیرے ہاتھوں سے پینے کی ٹھانی ہے آج
آج پھر پھر پلا کلیری ساقیا
مورے صابر پیا مورے صابر پیا
جب تیری یاد مخدوم آئے مجھے
کیا کہوں کیا کیا منظر دکھائے مجھے
تیرے کلیر کا آنکھوں میں نقشہ کھچا
مورے صابر پیا مورے صابر پیا
صابرؒ اولادِ حیدر کے جانی ہو تم
اور غوث الورا کا ثانی ہو تم
تیری نسبت تو ہے نسبت مرتضےٰ ؓ
مورے صابر پیا مورے صابر پیا
میری سن لیجئے دکھ بھری داستاں
کہہ رہا ہے امیرِ حزیں خستہ جاں
کون تیرے سوا میرا تو ہی بتا
مورے صابر پیا مورے صابر پیا

ظہورِ قدس

جہاں میں ماہِ انور آگیا ہے
کہ سب نبیوں کا سرور آگیا ہے
وہ نورِ کل وہ محبوب حقیقی
حجاب اپنے سے باہر آگیا ہے
ہماری رہبری کو خود خدا بھی
بیا اندازِ پیمبر آگیا ہے
تیری گودی میں اے دائی حلیمہؓ
خدا کا خاص دلبر آگیا ہے
امیرِ صابری گھبرا نہ گھبرا
بلندی پر مقدر آگیا ہے

محفلِ مدینہ

پہلے کر شکرِ الٰہی جس نے یہ صورت دکھائی
جس پہ صدقے سب خدائی نور اب وہ آ رہا ہے
سب کہیں سر کو جھکا کر
یا نبیؐ سلام علیک

مرحبا فخرِ پیغمبر مرحبا محبوبِ داور
مرحبا ساقیٔ کوثر دل یہ صدقے جا رہا ہے
سب کہیں سر کو جھکا کر
یا نبیؐ سلام علیک

آیا سلطانِ مدینہ بحرِ رحمت کا خزینہ
سارے نبیوں میں نگینہ کیا چمک دکھا رہا ہے
سب کہیں سر کو جھکا کر
یا نبیؐ سلام علیک

جس کا سایہ حق کا سایہ جس کا پایہ کس نے پایا
ہے حلیمہ جس کی دایہ وہ جھلک دکھا رہا ہے

سب کہیں سر کو جُھکا کر
یا نبیؐ سلام علیک

سر پہ تاجِ صلِ علیٰ ہے | والضحیٰ کی ضیا ہے
لیل بھی زلفِ دوتا ہے | خود خدا فرما رہا ہے

سب کہیں سر کو جُھکا کر
یا نبیؐ سلام علیک

جب چلے معراج شاہا | اُن کے حسن کا کہوں کیا
خود خدا ہے محوِ جلوہ | ہر ملک یہ گا رہا ہے

سب کہیں سر کو جُھکا کر
یا نبیؐ سلام علیک

۹
عرش پر ہے مہمانی | سب فرشتے آسمانی
کر رہے ہیں نعت خوانی | وجد سب پہ چھا رہا ہے

سب کہیں سر کو جُھکا کر
یا نبیؐ سلام علیک

رحمۃ اللعالمینؐ ہو | سرورِ دنیا و دیں ہو
لامکاں کے تم مکیں ہو | یہ قرآں بتا رہا ہے

سب کہیں سر کو جُھکا کر
یا نبیؐ سلام علیک

زینتِ عالم تمہیں ہو | برکتِ عالم تمہیں ہو

رحمتِ عالم تمہیں ہو　　　کُل زمانہ گا رہا ہے
سب کہیں سر کو جھکا کر
یا نبیؐ سلام علیک
تیرے صدقے شاہِ بطحا　　　تیرا حُسن حُسنِ یکتا
یوں کہیں عیسٰیؑ اور موسٰیؑ　　　آنے والا آ رہا ہے
سب کہیں سر کو جُھکا کر
یا نبیؐ سلام علیک
تیری ذات بے مثالی　　　دو جہاں کا تو ہے والی
تیرے در سے کوئی خالی　　　نہ گیا نہ جا رہا ہے
سب کہیں سر کو جھکا کر
یا نبیؐ سلام علیک
میرا کالی کملی والا　　　آمنہؓ کی گود والا
حلیمہؓ سعدیہ کا پالا　　　نُور بن کے آ رہا ہے
سب تمہیں سر کو جُھکا کر
یا نبیؐ سلام علیک
جانِ جاں اب نیم جاں ہوں　　　کیا کہوں کہ بے زباں ہوں
کوئی دم کا مہماں ہوں　　　دم نکلتا جا رہا ہے
سب کہیں سر کو جُھکا کر
یا نبیؐ سلام علیک

اپنے قدموں میں بلائیں   روضۂ انور دکھائیں
دل کی یہ حسرت مٹائیں   اک زمانہ جا رہا ہے
سب کہیں سر کو جھکا کر
یا نبیؐ سلام علیک

کہو ہاتھ اٹھا اٹھا کر   سامنے بیٹھا بٹھا کر
حالِ دل سنا سنا کر   سننے والا آ رہا ہے
سب کہیں سر کو جھکا کر
یا نبیؐ سلام علیک

ہوں قبول اب دعائیں   کہ مدینے پہنچ جائیں
جن کا درد انہیں سنائیں   یہی دل میں آ رہا ہے
سب کہیں سر کو جھکا کر
یا نبیؐ سلام علیک

ہو اگر طیبہ کو جانا   تو خوشی کا کیا ٹھکانا
یوں کہے اپنا بیگانہ   امیرؔ بھی تو جا رہا ہے
سب کہیں سر کو جھکا کر
یا نبیؐ سلام علیک

امیر صابری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شجرہ شریف عالیہ چشتیہ صابریہ (اردو منظوم)

یا الٰہی کرتا ہوں شجرہ رقم پیرانِ چشت
قلب میں جاری ہو میرے چشمۂ فیضانِ چشت
یا الٰہی ہاتھ اُٹھاتا ہوں دعا کیواسطے
لطف فرما اپنی ذاتِ کبریا کیواسطے
ہے درود و نعت ختم الانبیا کیواسطے
فضل کر ہم پر الٰہی مجتبٰے کیواسطے
یا الٰہی ان بزرگوں کو شفیع لایا ہوں میں
ہاتھ اُٹھاؤں آپ تیرے آگے دعا کے واسطے
یا الٰہی اب شرابِ عشق سے مدہوش کر
شاہ امیرِ رہنما و پیشوا کیواسطے
یا الٰہی ظلمت و عصیاں سے مجھکو پاک کر
شاہ محمد حسین رح پر ضیا کیواسطے
یا الٰہی درد اپنا عشق اپنا بخشدے
شاہ محمد کی ہر اک نظرِ عطا کیواسطے

یا الٰہی نُور سے معمور کر سینہ میرا
شاہ سعیدؒ الدین خاموش با صفا کیواسطے
یا الٰہی دولتِ عرفاں سے مالا مال کر
شاہ حافظؒ باکمالِ خوش لقا کیواسطے
یا الٰہی یادمیری میں سدا ڈوبا رہوں
شاہ اعظمؒ شاہ عالمؒ مہ لقا کیواسطے
یا الٰہی کر مجھے معمور اپنے لطف سے
شاہ سیّد بھیکؒ میراں پُر عطا کیواسطے
یا الٰہی فیض رُوحانی سے کر دے فیضیاب
حضرت شاہ ابوالمعالیؒ بے ریا کیواسطے
یا الٰہی دور کر دے دل سے زنگ آلودہ میل
شیخ داؤدؒ شیخ صادقؒ با وفا کیواسطے
یا الٰہی بے خودی کا جام مجھکو بخشدے
شیخ شاہ ابو سعیدؒ اہلِ صفا کیواسطے
یا الٰہی دور دُنیاوی خیالوں سے رہوں
شہ نظام الدینؒ بلخی بارسا کیواسطے
یا الٰہی کیفیت اور محویّت کر دے عطا
شہ جلال الدینؒ جلیل اصفیا کیواسطے
یا الٰہی دامنِ اُمید کو بھر دیجئے!

عبدالقدوسؒ قطبِ عالم باسخا کیواسطے
یا الٰہی ست کہ بوُ نے محمدے مجھے
شیخ محمد سخیؒ شانِ سخا کیواسطے
یا الٰہی رہ شریعت میں رہوں ثابت قدم
شیخ عارفؒ احمدِ صدق و صفا کیواسطے
یا الٰہی قلب کو میرے منوّر کیجئے
شاہ عبدالحقؒ شہ ذات بقا کیواسطے
یا الٰہی دنیا کا چاہوں نہ میں جاہ و جلال
شہ جلال الدینؒ کبیر الاولیا کیواسطے
یا الٰہی دور کہ تاریکیاں دل سے میرے
شاہ ولایتؒ شمس الدینؒ شمس الضحیٰ کیواسطے
یا الٰہی لاج رکھنا صابری کہلانے کی
شاہ علاؤ الدینؒ صابر بادشاہ کیواسطے
یا الٰہی کنت کنزاً کا خزانہ بخشدے
شاہ فریدالدینؒ زہد الانبیا کیواسطے!!
یا الٰہی بس تیرا لطف و کرم درکار ہے
شاہ قطب الدینؒ کاکی حق نما کیواسطے
یا الٰہی عشق کی دولت سے کیجئے سرفراز
شاہ معین الدینؒ خواجہ ذوالعطا کیواسطے

یا الٰہی چھڑا دے مجھے تُو کہ
خواجہ عثمانؒ ہارون شاہ ہدا کیواسطے

یا الٰہی زندہ رکھنا زندگی عشق میں
شاہ شریفؒ زندنی صاحب حیا کیواسطے

یا الٰہی آتش عشق و محبت کر عطا
خواجہ مودودؒ چشتی کی عطا کیواسطے

یا الٰہی اب مجھے حرص و ہوس سے دور رکھ
شاہ یوسف ناصرالدینؒ با وفا کیواسطے

یا الٰہی مست کر دے بے خودی کے جام سے
از پئے بوسے محمد شاہ ولا کیواسطے

یا الٰہی بخشدے توحید کے بھر بھر کے جام
شاہ احمدؒ ابدالؒ کے دست عطا کیواسطے

یا الٰہی دور کر دے رنج و غم میرے تمام
شیخ ابو اسحاقؒ شامی اتقیا کیواسطے

یا الٰہی قید غم سے اب مجھے آزاد کر
خواجہ ممشادؒ علوی کی رضا کیواسطے

یا الٰہی بخشدے نور بصیرت بخشدے
ابو ہبیرہؒ شاہ بصریؒ رہنما کیواسطے

یا الٰہی ہر گھڑی ہر وقت تیری یاد ہو

شیخ حذیفہؒ مرعشی لطف و عطا کیواسطے
یا الٰہی اب نہیں حاجت ہے تخت و تاج کی
شیخ ابراہیمؒ ادھم باصفا کیواسطے
یا الٰہی راہزن لوٹے نہ کوئی راہ میں
کر کرم شاہِ فضیلؒ اہل وفا کیواسطے
یا الٰہی دور کردے پردے دوئی کے میرے
خواجہ عبدالواحدؒ کی شانِ عطا کیواسطے
یا الٰہی بخشدے حسن عقیدت کو ضیا
شاہ حسنؒ بصری امامؑ الاولیا کیواسطے
یا الٰہی اب ہماری مشکلیں آسان کر
یا علیؓ شیرِ خدا مشکلکشا کیواسطے
یا الٰہی حشر میں عیبوں کا نہ پردہ کھلے
یا محمد مصطفےٰ صلے علے کیواسطے
یا الٰہی پڑھنے سننے والے شجرے پاک کو
بخشدیجے سب کو ان اہل صفا کیواسطے

یا الٰہی ہر گھڑی ہر وقت ہے یہ ہی دعا
ساتھ ایماں کے اکبرؔ صابری کا خاتمہ

آمین آمین ثم آمین

فہرست اعراس حضرت چشتیہ صابریہ قدسیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم بتاریخ وسال وصال

نام بزرگان	اعراس ماہ وسنہ وصال	جائے قیام
حضرت سیدنا خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ	۴ محرم سنہ ۱۱۰ھ روز جمعہ	بصرہ قریب شہر
حضرت سیدنا شیخ فرید الدین گنج شکر رح	۵ محرم سنہ ۶۶۴ھ روز شنبہ	پاکپتن شریف
حضرت سیدنا خواجہ علو ممشاد رحمۃ اللہ علیہ	۱۴ محرم سنہ ۲۹۹ھ	دینور شریف
حضرت سیدنا شیخ محمد صادق گنگوہی رح	۱۸ محرم سنہ ۱۰۹۹ھ روز جمعہ بوقت صبح	گنگوہ شریف ضلع سہارنپور
حضرت سیدنا عبد الواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ	۲۷ صفر سنہ ۱۷۷ھ	قبرستان کعبہ قریب شہر
حضرت سیدنا عارف احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۱۷ صفر سنہ ۱۹۸ھ روز دوشنبہ	ردولی شریف لکھنو
حضرت سیدنا شاہ ابو المعالی رحمۃ اللہ علیہ	۱۸ و ۱۱ ربیع الاول سنہ ۱۱۲ھ روز جمعہ	ضلع سہارنپور انبیٹھہ
حضرت سرور دو عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ روز دوشنبہ	مدینہ منورہ
حضرت مخدوم شیخ جلال الدین کبیر الاولیا رحمۃ اللہ علیہ	۱۳ ربیع الاول سنہ ۷۶۵ھ پنجشنبہ	پانی پت ضلع کرنال
حضرت مخدوم علی احمد علاؤ الدین صابر رحمۃ اللہ علیہ	۱۳ ربیع الاول سنہ ۶۹۰ھ	سہارنپور کلیر شریف
حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ	۱۴ ربیع الاول سنہ ۶۳۳ھ	دہلی مہرولی شریف
حضرت خواجہ جمال الدین فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ	۳ ربیع الاول سنہ ۱۸۷ھ	مکہ معظمہ جنت المعلیٰ
حضرت سید محمد اعظم پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ	۱۹ ربیع الاول سنہ ۱۲۲۶ھ	[illegible] تحصیل ضلع انبالہ
حضرت شیخ ابو سعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ	یکم ربیع الثانی سنہ ۱۰۴۹ھ	گنگوہ شریف سہارنپور
حضرت سیدنا خواجہ ابو اسحاق شامی رحمۃ اللہ علیہ	۱۴ ربیع الثانی سنہ ۳۲۹ھ	شہر ملک شام
حضرت سیدنا ابراہیم بلخی رحمۃ اللہ علیہ	۲۲ جمادی الثانی سنہ ۱۴۲ھ	کوہ شام